ارشادات حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ (مجدد صد چہاردہم)

تم اپنی اندرونی حالت پر آپ ہی گواہ ہو سکتے ہو

اگر تم انصاف سے بات کرو تو تم اپنی اندرونی حالت پر آپ ہی گواہ ہو سکتے ہو کہ بجائے خدا پرستی کے ہر دم دنیا پرستی کا ایک قوی ہیکل بت تمہارے دل کے سامنے ہے جس کو تم ایک ایک سیکنڈ میں ہزار ہزار سجدے کر رہے ہو اور تمہارے تمام اوقات عزیز دنیا کی جق جق بک بک میں ایسے مستغرق ہو رہے ہیں کہ تمہیں دوسری طرف نظر اٹھانے کی فرصت نہیں۔ کبھی تمہیں یاد بھی ہے کہ انجام اس ہستی کا کیا ہے! کہاں ہے تم میں انصاف! کہاں ہے تم میں امانت! کہاں ہے تم میں وہ راستبازی اور خداترسی اور دیانتداری اور فروتنی جس کی طرف تمہیں قرآن بلاتا ہے۔ تمہیں کبھی بھولے بسرے برسوں میں بھی تو یاد نہیں آتا کہ ہمارا کوئی خدا بھی ہے۔ کبھی تمہارے دل میں نہیں گزرتا کہ اس کے کیا کیا حقوق تم پر ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ تم نے کوئی غرض کوئی واسطہ کوئی تعلق اس قیوم حقیقی سے رکھا ہوا ہی نہیں۔ اور اس کا نام تک لینا تم پر مشکل ہے۔ اب چالاکی سے تم لڑو گے کہ ہرگز ایسا نہیں لیکن خدا تعالیٰ کا قانون قدرت تمہیں شرمندہ کرتا ہے جبکہ وہ تمہیں جتلاتا ہے کہ ایمانداروں کی نشانیاں تم میں نہیں اگرچہ تم اپنی دنیوی فکروں اور سوچوں میں بڑے زور سے اپنی دانشمندی اور متانت رائے کے مدعی ہو، مگر تمہاری لیاقت، تمہاری نکتہ رسی، تمہاری دور اندیشی، صرف دنیا کے کناروں تک ختم ہو جاتی ہے۔ اور تم اپنی اس عقل کے ذریعہ سے اس دوسرے عالم کا ایک ذرہ سا گوشہ بھی نہیں دیکھ سکتے جس کی سکونت ابدی کے لئے تمہاری روحیں پیدا کی گئی ہیں، تم دنیا کی زندگی پر ایسے مطمئن بیٹھے ہو۔ جیسے کوئی شخص ایک چیز ہمیشہ رہنے والی پر مطمئن ہوتا ہے مگر وہ دوسرا عالم جس کی خوشیاں سچے اطمینان کے لائق ہیں وہ ساری عمر میں ایک مرتبہ بھی تمہیں یاد نہیں آتا۔ (فتح اسلام)

اداریہ

حج وعید الاضحیٰ کے افعال میں اخلاص،تقویٰ اور رضائے الٰہی کا عظیم سبق

ذوالحجہ کے دس ایام اور عید الاضحیٰ کا تہوار مسلمانوں کے لئے انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔اس عشرہ میں ارکان حج کی ادائیگی بجالائی جاتی ہے اور عید الاضحیٰ کا تہوار قربانی، ایثار، اطاعت خداوندی اور صدقہ و خیرات کے عظیم الشان نقش کو مسلمانوں کے دل و دماغ میں گہرا کرنے کا باعث بنتا ہے۔اس کے علاوہ ایام تشریق میں پڑھی جانے والی تکبیرات مسلمانوں کے دلوں میں اللہ کی عظمت، بڑائی اور کبریائی کے عقیدہ کو پختہ کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔اسی طرح جب ایک مسلمان اللہ کے امر و اجازت سے ایک جانور کے گلے پر چھری چلاتا ہے تو اس کے دل میں یہ احساس بھی پیدا ہوتا ہے کہ یہ جانور جسے میں ذبح کر رہا ہوں اس پر میری ملکیت جزوی ہے لیکن میری ذات کا مالک تو مجھ پر ملکیت کلی رکھتا ہے۔میں یہ استحقاق رکھتا ہوں کہ اس کو ذبح کردوں تو وہ خدا جو میرا خالق و مالک ہے وہ تو مجھ پر اس استحقاق سے کہیں بڑھ کر یہ حق رکھتا ہے کہ میں اپنا سب کچھ اس کی ذات کے لئے قربان کردوں اور وہ دل و زبان کی یکسانیت سے یہ کہنے اور یقین رکھنے پر آمادہ ہوجاتا ہے کہ ''بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین کے لئے ہے'' (سورۃ الانعام:162) یعنی میرا ہر فعل و عمل خیر خواہ وہ عبادت کے رنگ میں ہو یا قربانی کے رنگ میں وہ خالصتاً اللہ ہی کے لئے ہے۔اسی طرح میرا جینا، مرنا اپنے لئے نہیں بلکہ اپنے مولا کے لئے ہے جو رب العالمین ہے۔علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے اس قربانی کے اعلیٰ مقصد کو خود قرآن مجید میں بیان کردیا ہے کہ: ''نہ ان کے گوشت اللہ کو پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون لیکن اس کو تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے'' (الحج:37) یعنی قربانی کی غرض اس کا گوشت نہیں جو گرایا جاتا ہے بلکہ قربانی وہ تقویٰ ہے جو ایک مسلمان فرد کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کا تعلق انسان کے قلوب سے ہے نہ کہ جسم سے۔اگر تعلیمات خداوندی کو بنظر غور دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ نے تمام عبادات کا ماحصل تقویٰ کو قرار دیا ہے۔یہ تقویٰ عبادات سے پیدا ہوتا ہے اور عبادات کی ادائیگی کے لئے اخلاص سب سے پہلی شرط ہے۔جب کامل اخلاص سے عبادات بجالائی جاتی ہیں تو یہ چیز انسان کے دل میں شعائر اللہ کی تعظیم پیدا کرتی ہے اور اسی سے تقویٰ تک پہنچنے کی راہ ہموار ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''اور جو کوئی اللہ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے تو یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے'' (الحج:32) تمام عبادات کی طرح حج اور قربانی اور عید الاضحیٰ کے ارکان و افعال کا مقصد دل کی حالت بدلنا اور تقویٰ کا پیدا کرنا ہے تاکہ انسان ان تمام امور جن کا وہ شرعاً مکلّف کیا گیا ہے ان حدود و فرائض کو بجا لانے لگے اور حیوانی اور سفلی خواہشات کو قربان کر کے ملکی سفات کو اپنا سکے اور حقیقی مقصد رضائے الٰہی تک پہنچ سکے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس عید قربان پر بحیثیت مسلم ہم تقویٰ کی باریک و عمیق راہوں کو سمجھیں اور اس کے مطابق زندگی گزارنے والے ہوجائیں۔آمین

الپرٹن (یو کے) سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا

عیدالاضحیٰ 2019ء کے لئے پیغام

ترجمہ: ''نہ اُن کے گوشت اللہ کو پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون، لیکن اسے تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے۔ اسی طرح اس نے اُنہیں تمہارے کام میں لگا دیا تا کہ تم اس پر اللہ کی بڑائی کرو جو اس نے تمہیں ہدایت دی اور احسان کرنے والوں کو خوشخبری دو''۔ (سورۃ الحج آیت 37)

پیغام صلح کی وساطت سے میں یہ پیغام اپنی جماعت کو الپرٹن یو کے سے دے رہا ہوں۔

آپ سب کو عیدالاضحیٰ مبارک ہو۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ مجدد زماں، مسیح موعود و مہدی معہود نے فرمایا ہے کہ اسلامی تہواروں کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ ایک ظاہری اور دوسرا باطنی اور آپ نے جماعت کو نصیحت کی ہے کہ وہ باطنی پہلو کو ترجیح دے۔

عید کے موقع پر کی ہوئی قربانی کے بھی دو پہلو ہیں۔ قربانی کے جانور کا خون بہانا اور اس کا گوشت کھا لینا قربانی کا ظاہری پہلو ہے اور حضرت صاحبؒ نے روحانی پہلو کو ترجیح دیتے ہوئے فرمایا کہ جب ہم جانور کے گلے پر چھری پھیریں تو ساتھ ہی اپنے نفس امارہ کو بھی ہمیشہ کے لئے ذبح کر دیں۔

حج کے اختتام پر یہ عیدالاضحیٰ کی خوشی جو ہم منا رہے ہیں اسے ہم اپنی زندگیوں میں ایک نمایاں تبدیلی لانے میں ایک سنگ میل کی حیثیت بنالیں۔

حج کے متعلق حضرت علی ہجویریؒ (حضرت داتا گنج بخش) کے فرمان کا مفہوم ہے کہ اگر تم مکہ میں ہو (یعنی حج کر رہے ہو) اور خدا تمہارے دل میں نہ ہو تو اس سے بہتر تھا کہ تم گھر ہی رہتے۔ اگر تم گھر میں رہو اور خدا تمہارے دل میں ہے تو یہ یوں ہی ہے جیسے تم حج کی حالت میں ہو۔

حضرت ابو یزید کے پہلے حج کے بعد جب ان سے ایک ولی اللہ نے دریافت کیا کہ حج میں کیا دیکھا تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ کا گھر۔ آپ کو بتایا گیا کہ آپ نے حج کا اصلی مقصد ادا نہیں کیا۔ دوسرے حج کے بعد پھر سوال ہوا تو جواب میں فرمایا کہ اللہ کا گھر اور اس کا مالک دیکھا تو پھر فرمایا گیا کہ حج کا اصلی مقصد قبول نہیں ہوا۔ تیسرے حج کے بعد سوال ہوا تو جواب دیا کہ صرف اور صرف اللہ ہی نظر آیا اور کچھ بھی نہیں تو آپ کے ولی اللہ بزرگ نے فرمایا کہ اب تم نے حج کا حق ادا کر دیا ۔یعنی حج کا اصلی مقصد اللہ کا دیدار ہے نہ کہ اس کے گھر کا۔

آج کے دن میرا یہ پیغام ہے کہ اللہ ہم سب کو حج کے اصلی غرض اور حضرت ابراہیمؑ کے نمونہ پر جنہوں نے اپنی تمام زندگی اللہ کے ساتھ شرک سے اجتناب کرتے ہوئے اور اس کے ہر حکم پر عمل کرتے ہوئے گزاری ہم اُس نمونہ پر چلیں۔

ہمیں اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت محمدؐ کے اعلیٰ نمونوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے تو ہماری عید واقعی ہمیشہ رہنے والی خوشی کہلائے گی۔

میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس عید پر اپنی رضا حاصل کرنے والوں میں بنائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا ہے کہ وہ ہم پر حج کے دروازے کھول دے۔ آمین

دل وروح کی زندگی قرآن کی تعلیمات پر عمل سے وابستہ ہے

مسیح موعود کی آمد کا مقصد لوگوں کو قرآن کی تعلیمات کا مطیع اور فرمانبردار بنانا ہے

فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مورخہ 28 جون 2019ء بمقام جامع پشاور

ترجمہ: "جان لو کہ اللہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرے گا۔ ہم نے تمہارے لئے آیتیں کھول کر بیان کردی ہیں تا کہ تم عقل سے کام لو"۔

(سورۃ الحدید آیت 17)

آج ہم مسیح موعودؑ کے وصال کی تقریب کے سلسلہ میں پشاور جامع میں حاضر ہوئے ہیں۔ مذکورہ بالا آیت میں جو ذکر نمایاں ہے وہ یہ ہے کہ زمین پر موت آتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اس کو اس موت کے بعد زندگی عطا فرماتا ہے۔ اس جیسی آیات قرآن میں بہت سی ہیں جن میں ایک مثال دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کسی خاص پہلو کو واضح فرماتا ہے۔ یہ ایسی مثالیں ہوتی ہیں جو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں تا کہ آسانی سے ہماری سمجھ میں آجائیں۔ یہاں موجود بہت سے لوگ زراعت سے تعلق رکھتے ہیں اور اس بات سے ہر بچہ واقف ہے کہ اگر کچھ عرصہ بارش نہ ہو تو زمینوں کو کتنا نقصان ہوجاتا ہے۔ مثلاً کہتے ہیں بہت عرصہ سے بارش نہیں ہوئی اس سال فصلیں تباہ ہوجائیں گی، یا کھڑی فصلیں سوکھ جائیں گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ وہ موت کے بعد اس زمین کو زندہ کرے گا۔ یہ ایک مثال ہے جسے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اگر بارش نہ ہوئی تو اس کا کیا اثر ہوگا۔ اور اگر بارش ہوگی تو زمین میں اللہ تعالیٰ کیسے ایک نئی زندگی عطا کردے گا جس میں نئی فصلیں پھر سے ہم دیکھیں گے کہ وہ کیسے لہلہاتی ہیں۔

ازالہ اوہام مسیح موعودؑ کی بہت اہم کتاب ہے۔ جس میں آپ نے یہ بات واضح کردی ہے کہ قرآن میں ایسی مثالیں استعمال ہوتی ہیں جہاں پر زمین کا لفظ کہہ کر اللہ تعالیٰ اس سے یہ مطلب لیتا ہے کہ "یہ زمین انسانوں کے دل ہیں"۔ کیونکہ اگر ہم حقیقی جسمانی دل کی باتیں کریں تو سمجھ سے باہر ہیں لیکن اگر ہم کہیں کہ دل ایک زمین کی طرح ہے جس کو اگر روحانی بارش نہ نصیب ہو تو اس کے اندر ایک موت سی واقع ہوجاتی ہے، وہ فصل ضائع ہوجاتی ہے تو سمجھ آجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین کا لفظ استعمال کر کے انسانوں کے دل اور ان کی روح کے متعلق ذکر کررہا ہے۔ قرآن چونکہ ایک روحانی کتاب ہے یہ قصے کہانیوں کی کتاب نہیں۔ جو مثال ہوگی ہمیں اس کو دیکھنا ہے کہ اگر روحانی بارش نہ ہو تو ہماری روح کی فصل ضائع ہوجائے گی یعنی ہم وہ عمل نہ کریں جن سے اس زمین میں وہ فصل اُگتی ہے تو فصل مردہ ہوجائے گی۔ وہ عمل کیا ہے؟ وہ قرآن کی تعلیم ہے۔ قرآن کی تعلیم پر جب ہم عمل کریں گے، اس کے ہر حکم کی ہم تابعداری کرتے ہوئے، خدا کے حکم کو سمجھتے ہوئے اس پر عمل کریں گے تو وہ ایک روحانی بارش کا کام کرے گی جو ایک مردہ دل پر پڑے گی اور اس دل کو اللہ تعالیٰ ایسی روحانیت بخشے گا جیسے کسان کی فصل دوبارہ سے جاگ اُٹھتی ہے۔

خشکی اور تری میں فساد ظاہر ہوجانے کا مفہوم:

قرآن میں اللہ تعالیٰ سورۃ الروم آیت نمبر 41 میں فرماتا ہے "خشکی اور تری میں فساد ظاہر ہوگیا" یہ کس فساد کا ذکر ہے جو زمین اور سمندروں میں برپا ہوا؟ یہ زمینی اور سمندری جنگوں کا ذکر ہوسکتا ہے۔ لیکن اگر اس کو ہم روحانی مثال لیتے ہیں تو پھر جہاں پر قرآن میں پانی کا ذکر آتا ہے جیسے بارش برسنے کا

تو پھر اس سے یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا برسنا یا اللہ تعالیٰ کی وحی جیسے اس کی طرف سے کتابوں کا نزول ہونا یا رسولوں کا آنا یا پھر رسالت ختم ہو جانے کے بعد مجددین، محدثین اور اولیاء اللہ کا آنا۔ تو جب سمندر کا ذکر آتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کی طرف اشارہ ہے اور رسولوں کی طرف بھی، جو انسانی روحوں کو دوبارہ زندگی بخشتے ہیں۔ خشک زمین کی طرف اشارہ تب ہوتا ہے کہ اُس جگہ پر کبھی کوئی رسول آیا ہی نہ ہو اور کوئی کتاب نازل ہی نہ ہوئی ہو۔ تو یہ وہ رسول کریم صلعم سے پہلے کا زمانہ تھا جس میں عرب کی سرزمین میں کوئی روحانی بارش نہیں ہوئی تھی، اس پر کبھی کوئی رسول نہیں آیا تھا اور اس میں کبھی کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی تھی لیکن اس کے برعکس بنی اسرائیل میں نبیوں پر نبی آتے تھے، کتابوں پر کتابیں آتی تھیں، پیغاموں پر پیغام آتے تھے لیکن یہ ایک ایسا زمانہ آ گیا تھا جس میں ایک فساد برپا تھا کہ نہ جن پر کتابیں نازل ہوتی تھیں وہ خدا تعالیٰ کی طرف کوئی توجہ دے رہے تھے نہ اس کے کلام کی طرف اور نہ اس کے دین کی طرف ہی۔ اور عرب میں بنی اسماعیل کی طرف تو کوئی نبی آیا ہی نہیں تھا وہاں پر تو بت پرستی ہی بت پرستی تھی۔ اور خدا تعالیٰ کے ساتھ شریکوں پر شریک ٹھہرائے جا رہے تھے اور ایسے بھی کئی لوگ تھے جو خدا تعالیٰ کو مانتے ہی نہیں تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنا اصول بتا دیا کہ جب جب یوں ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی رحمانیت کا تقاضا بنے گا کہ وہ وہاں نبی اور کتاب بھیجے۔ رسول کریم صلعم جیسی ہستی کو بھیجے اور وہ آخری نبی بن کر آئیں اور قرآن کریم جیسی عمدہ کتاب کو لے کر آئیں جو بارش بن کر ان بدنصیب قوموں پر برسے اور وہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے کلام پر، ہدایت نامے پر عمل کرتے ہوئے اور ''ھدی للمتقین'' کتاب کے ہر حکم کے عمل سے وہ مقام حاصل کریں کہ وہ گمراہ قوم سے فرشتے بن جائیں اور یہی اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ سے تقاضا رہا ہے اور اس نبوت کی طرف ایک اشارہ ہے جو اس وقت اللہ تعالیٰ کی بہت مہربانی اور رحمانیت کی وجہ سے عرب کے ریگستانوں میں رسول کریم صلعم تشریف لے آئے۔ وہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی ان دعاؤں کے نتیجہ میں تشریف لائے جو انہوں نے کعبہ شریف کی تعمیر کے دوران کیں:

''اے ہمارے رب اور اُن میں انہیں میں سے ایک رسول اُٹھا جو اُن پر تیری آیات پڑھے اور اُن کو کتاب اور حکمت سکھائے اور اُن کو پاک کرے۔ تو غالب حکمت والا ہے'' (سورۃ البقرہ آیت 129) تو کتنے سالوں بعد یہ دعا قبول ہوئی اور رسول کریم صلعم کی بعثت مبارکہ ہوئی اور یوں اللہ تعالیٰ کا وہ اٹل اصول ظاہر ہوا کہ اس نے خشک زمین پر بارش نازل فرمائی اور یہ اصول ہمیشہ رہے گا۔

نبی آخر الزمان کے بعد دین کو زندہ رکھنے کا ذریعہ:

رسول کریم صلعم آخری نبی آ چکے اور اب نبی نہیں آتے تو اس لئے اب مجددین، محدثین، اولیاء اللہ کا سلسلہ اسلام میں ہماری ہدایت کے لئے جاری رہے گا تاکہ دین میں تبدیلیاں اور ردو بدل نہ آ سکے۔ اسی کڑی کا اہم سلسلہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا دعویٰ مجددیت تھا۔ اس زمانے میں مرزا صاحب کو جھٹلانا آسان ہے مگر وہ اگر کچھ نہ کرتے تو پھر عیسائی اور ہندو ہمیں ختم کر دیتے، سارے ادیان اسلام کے دشمن بن چکے تھے اور اسلام میں ایسے علماء تھے جن کو کوئی علم نہیں تھا کہ وہ عیسائیوں کا مقابلہ کیسے کریں۔ بائبل کشتیوں پر کشتیاں بھر کے اور رسول کریم صلعم کے خلاف پادریوں کی فوج کے ذریعہ پراپیگنڈہ کرنے کے لئے انگلینڈ سے آئے۔ ایک طرف وہ عیسیٰ علیہ السلام کو نہایت خوبصورت شخصیت بنا کر پیش کرتے تاکہ ان کو جو دیکھے وہ کہے کہ یہ اصلی خدا کا بیٹا ہے اور نبی کیسے ہو سکتا ہے اور دوسری طرف رسول کریم صلعم کی ہستی کو ایسے بیان کرتے کہ ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں قرآن کہ اس پر ایمان لاؤ ورنہ گردن کٹواؤ گے۔ یہ حال تھا اس وقت کا۔ اس وقت حضرت صاحب مسیح الزماں بن کر آئے اور آپ نے دلائل حقہ سے مسلمانوں کی حالت کی کایا پلٹ دی اور یوں کسر صلیب کا کام سرانجام دیا۔ آپؑ کا پہلا کارنامہ براہین احمدیہ کی تصنیف تھا۔

وَ اٰخَرِ یْنَ مِنْھُمْ کا مفہوم:

اللہ تعالیٰ اس کی طرف سورۃ الجمعہ کی آیات 3 اور 4 میں اشارہ فرماتا ہے کہ: **''وہی ہے جس نے اُمیوں کے اندر اُن ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور وہ پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں پڑے تھے۔ اور ان میں سے اوروں کو بھی جو ابھی ان کو نہیں ملے اور وہ غالب حکمت والا ہے''**

''اور ان میں سے اوروں'' کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابھی آخرین منھم بھی آئیں گے تو حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ صلعم یہ کون لوگ ہیں جو بعد میں آئیں گے جن کا ذکر ہے؟ رسول کریم صلعم نے خاموشی اختیار کی اور حضرت ابو ہریرہؓ نے دوبارہ پوچھا پھر آپؐ نے خاموشی اختیار کی۔ پھر پوچھا۔ پھر آپؐ نے حضرت سلیمان فارسی کے کندھا پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا کہ وہ شخص سلیمان فارسی کی اولاد میں سے ہوگا یعنی ابن فارس ہوگا۔ اگر ایمان ثریا کی بلندیوں تک بھی چلا جائے تو وہاں سے بھی اس کو واپس لائے گا۔

یہ بہت بڑا مشن تھا جو اس شخص کے ذمے لگا تھا یعنی کہ جب ایمان اُٹھ جائے گا اور مسلمان بے بس ہو جائیں گے اور عیسائی ان کو روندیں گے کیونکہ ان کی حکومت ہوگی اور اس وقت ایک ایسا فارسی النسل شخص آئے گا جو آکر ان لوگوں کے دلوں سے ایمان جتنا بھی دور چلا جائے گا اس کو واپس لائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کو بھیجا جو اس زمانہ کا امام بن کر آیا اور پیغام لے کر آیا اور وہ پیغام قرآن کی تعلیم کے ذریعہ لے کر آیا۔ آپ نے کوئی ایسی بات نہیں کی جو قرآن کی تعلیم کے مطابق نہ ہو۔ ہر چیز جو آپ نے کی وہ قرآن کی تعلیم کے مطابق تھی بلکہ باقی مذاہب کو بھی چیلنج کیا کہ جو پیش کرنا ہے وہ اپنی اپنی کتب کی تعلیم کے مطابق لے آؤ اور اپنے دین کی سچائی ثابت کرو۔

حضرت مرزا صاحب کی بیعت:

پھر ایسی شاندار بیعت کا سلسلہ اس زمانہ کے امام نے بتایا کہ اگر اس بیعت کو کوئی کرے تو وہ خود بخود قرآن کی تعلیم کے مطابق عمل کرنے والا بن جائے۔ اس بیعت میں استغفار کا ہونا ضروری ہے۔ اپنے تمام گناہوں کی معافی مانگنا ضروری اور پھر سچے دل سے ایسا اقرار کرنا کہ بیعت کنندہ شرائط بیعت پر عمل کرے گا۔ اس کا نام دس شرائط بیعت رکھا گیا۔ اگر ان شرائط کو علیحدہ علیحدہ لے کر دیکھیں مثلاً پانچ وقت نماز پڑھیں گے، تہجد پڑھیں گے، زکوۃ دیں گے، رسول کریم صلعم پر درود شریف بھیجیں گے، اگر ان کو ہم علیحدہ دیکھیں تو یہ تیس کی تعداد میں بن جاتی ہیں۔ اور اس بیعت میں قرآن کی تعلیم کا نچوڑ پیش کر دیا گیا ہے۔ لیکن ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم بیعت کر لیتے ہیں اور پھر اس بیعت پر اکثر عمل نہیں کرتے۔ اور خدا تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: **''اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو جب تم عہد کرلو اور قسموں کو اُن کے پکا کرنے کے بعد مت توڑو اور تم اللہ تعالیٰ کو اپنا ضامن کر چکے ہو''**

جب ہم کسی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرتے ہیں تو ہم ایک طرح کا اللہ تعالیٰ کو اپنا ضامن بنا دیتے ہیں کہ اب ہم نے جو وعدہ کیا ہے اس کو نبھائیں گے اور اگر ہم سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ نہیں جانتا تو وہ کہتا ہے کہ ''اس سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی'' اس لئے ہم جب بیعت کریں اور کرنی چاہیے کیونکہ جماعت کے سلسلہ میں آنا زبانی کلامی نہیں ہوتا اس کو اپنے دل سے قبول کرنا ہوتا ہے۔ اور پھر اگر اس ڈر سے ہم قبول نہیں کرتے کہ ہم کیسے نمازیں پڑھیں گے، کیسے زکوۃ دیں گے، کیسے تہجد پڑھیں گے؟ کیا ہم نے سب سے بڑا عہد نہیں لیا کہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کہ ہم اللہ تعالیٰ کا سارا فرمان قبول کریں گے، محمد رسول اللہ صلعم کی تعلیم پر عمل کر کے دکھائیں گے۔ مسلمان ہونا بھی ایک عہد ہے اور احمدی بن کر جماعت کا فرد ہونا بھی ایک عہد ہے اس کو ہم پورا کریں تو ہمارا کردار جو جماعت کو طاقت بخشتا ہے وہ تب ہی ممکن ہوگا اس لئے جب کوئی بچہ یا بچی 18 سال کے ہو جائیں اُن کے لئے بیعت کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کی مدد چندوں کے ساتھ کریں گے اور ہم ان چیزوں پر عمل کریں گے تاکہ ہم آخرین منھم میں شامل ہو جائیں۔ حضرت سلیمان فارسیؓ کے

کاندھے پر جب رسول کریم صلعم نے ہاتھ رکھا تو اس کا کیا مطلب تھا؟ کہ ان کی نسل میں سے ایک ایسا شخص آئے گا جس کے ساتھ کچھ ایسے لوگ ایمان لائیں گے جن کو ہم صحابہؓ کے نمونے پر چلنے والے پائیں گے۔ وہ ہم نے شروع میں دیکھا کہ جب اللہ کا امام آیا جب انہوں نے بیعت لی، جب لوگوں نے ان کی کہی باتوں پر عمل کر کے دکھایا، تو وہ اولیاء اللہ بن گئے، اُنہوں نے صحابہ کرامؓ کے نمونہ کو اپنایا۔ انہی سب کی ہم اولادیں ہیں۔ پھر ہم آہستہ آہستہ بھول گئے کہ ہم کن کی اولاد ہیں۔ ہم نے کیا عہد لے رکھا ہے؟ ہمیں کیا عمل کرنا ہے؟ ہمیں بھی وہ آخرین منھم کا نمونہ آگے لے کر جانا ہے۔ اور جب ہم نے وہ نمونہ ترک کیا تو پھر ہماری اولادوں نے بھی اُس نمونہ کو چھوڑ دیا اور جب نوجوان چھوڑتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ وہ بیج جو اللہ تعالیٰ نے امام کے ہاتھوں سے بویا تھا وہ ضائع ہو گیا۔

یوم مسیح موعود کی اہمیت:

آپ کی توجہ یوم مسیح موعودؑ کے ذریعہ دلوائی جاتی ہے کہ اس سے بہتر کوئی بات نہیں ہو سکتی کہ ہم ان لوگوں میں سے نہ ہوں جو یہ کہیں گے آج ہمارا امام فوت ہوا تھا۔ یا اس کی قبر پر جا کر چڑھاوے چڑھائیں بلکہ ان لوگوں میں سے ہوں جو ان کی تعلیمات پر عمل کر کے دکھائیں۔ وہ چاہتا تھا کہ متقیوں کی جماعت بنے، ہم وہ جماعت بنا کر اپنی اولادوں کو اُس میں لے آئیں۔ یہ ماں باپ کا فرض ہے کہ وہ اپنے عمل سے اپنی اولاوں کی تربیت کریں۔ ہم سب اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں قرآن پڑھنے کی، سمجھنے کی اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اگر ہم عمل کریں گے تو ہم ایک نمونہ بنیں گے اور وہ نمونہ ہی ہو گا جس کو ہم آگے لے کر کسی پر اثر کر سکیں گے۔ اسلام تلوار سے نہیں پھیلا بلکہ وہ رسول کریم صلعم اور ان کے صحابہؓ کے نمونہ کو دیکھ کر پھیلا۔ کوئی احمدی احمدی نہیں بنا بلکہ وہ احمدیوں کے نمونہ کو دیکھ کر اور حضرت مسیح موعودؑ کے نمونہ کو دیکھ کر احمدی ہوا۔ حضرت صاحبؑ رسول کریم صلعم کے نمونہ پر چلتے تھے اور ہم نے بھی رسول کریم کا نمونہ اپنانا ہے۔

الحدید میں انسانی زندگی کی مثال:

قرآن کریم کی سورۃ الحدید کی آیت **20** ہماری خاص توجہ کے لائق ہے۔ اس میں اللہ باری تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

''جان لو کہ دنیا کی زندگی کھیل اور تماشہ اور زینت اور آپس میں فخر کرنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر کثرت چاہنا ہے بارش کی مثال کی طرح جس کا سبزا کسانوں کو خوش لگتا ہے پھر وہ خشک ہو جاتا ہے تو اُسے زرد دیکھتا پھر وہ چورا چورا ہو جاتا ہے اور آخرت میں سخت عذاب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور رضا اور دنیا کی زندگی صرف دھوکے کا سامان ہے''

ہم نے جس بارش کا ذکر کیا ہے وہ قرآن کی تعلیم کا ذکر ہے، وہ روحانی دل کی قوتوں کو بڑھانے کا ذکر ہے۔ لوگوں کو اگر ہم دیکھیں تو اُن کی زندگی صرف خوبصورتی اور آپس میں ایک دوسرے سے فخر کرنا ہے لیکن ان سب کو اللہ تعالیٰ نے ایک تماشہ قرار دیا ہے۔ ایسے سبزہ کو جو کسان کو نظر آتا ہے اُس سبزہ کے متعلق اللہ فرماتا ہے: وہ سبزہ خشک ہو جاتا ہے۔ تو اُسے زرد دیکھتا ہے اور پھر وہ چورا چورا ہو جاتا ہے اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے مغفرت اور رضا ہے۔ اور دنیا کی زندگی صرف دھوکے کا سامان ہے۔

اس چیز کو ہم نے دل میں بٹھانا ہے کہ دنیا دھوکے کا سامان ہے۔ اصلی چیز دل کی کھیتی کو آباد کرنا ہے۔ جس میں جو موت وارد ہو چکی ہے اس کو ہم نے زندگی دلوانی ہے۔ اسی مثال کو انسان کی زندگی کی مثال بنا کر پیش کیا ہے کہ جب کھیتی لہراتی ہے، سبز ہوتی ہے، بھلی لگتی ہے وہ انسان کا بچپن اور جوانی ہوتی ہے اور جب وہ خشک ہونا شروع ہوتی ہے وہ ادھیڑ عمر اور بڑھاپے کی باتیں ہوتی ہیں اور پھر آخر میں وہ چورا چورا ہو جاتی ہے۔ انسان کی زندگی بھی یوں ہی ہوتی ہے۔ ہم میں سے کتنے لوگ ایسے ہیں جو چلنے سے قاصر ہیں۔ ان کی جوانی ختم ہو گئی، معذوری کی طرف چلے گئے اس کا یہ مطلب ہوا کہ فصل چورا چورا ہو گئی۔ لیکن جو اِن کے دل کے اندر ایمان کی کھیتی ہے وہ چورا چورا کبھی نہیں ہوتی، وقت کے ساتھ اس پر اور بارش پڑتی ہے تو وہ اور پھیلتی ہے اور سبز ہوتی ہے۔

دین کو دنیا پر مقدم کرنے سے انسانی فیصلوں میں درستگی آتی ہے:

ہمارے امام نے بیعت لیتے وقت ایک چیز کو بہت واضح کر دیا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنا ہے۔ جب ہم یہ بات بھول جاتے ہیں کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنا ہے تو پھر ہمارا مقصد حیات ہم سے جدا ہو جاتا ہے۔ ہمارے لئے زمانے کے امام نے کام آسان کر دیا ہے۔ کیسے آسان کر دیا ہے؟ ہمارے لئے جب فیصلہ کا وقت آئے تو ہم اپنے آپ سے پوچھیں کہ یہ چیز جو ہم کرنے لگے ہیں ۔ کیا یہ دین کے لئے بہتر ہے یا دین کے لئے نقصان دہ ہے؟ کیا میں اس کام کو کرتے ہوئے دین کو دنیا پر مقدم کر رہا ہوں یا نہیں کر رہا؟ اگر ہمارا ذہن اس طرف فیصلہ کرے کہ یہ عمل دین کے لئے بہتر ہے تو ہمارے لئے بہتری کا موجب ٹھہرتا ہے۔ ہم بیعت فارم پر دیکھیں تو ''میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا'' بہت موٹے حروف میں لکھا گیا ہے۔ یہ ہمارے لئے ٹیسٹ بھی ہے اور رہنمائی کا ذریعہ بھی۔ کسی فعل کو عمل میں لانے سے پہلے اپنے دل سے پوچھیں کیا میں جائز کام کر رہا ہوں یا نہیں؟ کیا میرا ضمیر اور میرا دین اس کی اجازت دیتا ہے یا نہیں؟ بظاہر تو میرا بہت بڑا مالی نقصان ہوگا لیکن جب ہم فیصلہ کریں کہ ہمارے دین کے لئے یہ نقصان دہ ہے اور ہماری دنیا کا ہی فائدہ ہے تو ہمارے لئے واضح ہو جائے گا کہ نہیں ہم نے اس کام کو نہیں کرنا۔ ہر چیز جو انسان کو اللہ نے دی ہے مثلاً ہاتھ پاؤں، زبان وغیرہ ہر ایک کے استعمال کے دو پہلو رکھ دیئے ہیں کہ ہم اُس کا اچھا استعمال کریں یا اس کا بُرا استعمال کریں۔ صرف زبان کی مثال دوں کہ اگر ہم زبان سے جھوٹ بولنا شروع کر دیں، غیبت کرنا شروع کر دیں، جس کو اللہ نے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر بتایا ہے ۔ لوگوں پر افتراء اور جھوٹ باندھنے میں لگا دیں تو کیا یہ ہم اللہ کی خوشنودی اور رضا حاصل کر رہے ہیں؟ اگر ہم اُس زبان کو کسی کے لئے دعا کا ذریعہ بنا دیں؟ قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے اس کو استعمال کریں، اچھی باتیں کرنے کے لئے استعمال کریں اور اچھائی کی باتیں کرنے کے لئے استعمال کریں، تو کونسا مقصد زیادہ بہتر ہے؟ ظاہر ہے کہ اچھائی کا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''تم نہ مرو بلکہ ایسی حالت میں کہ تم اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہو'' اور انسان کو معلوم نہیں ہوتا ہے کہ موت کب آئے گی۔ تو کیا پتہ وہ جھوٹ بولتا ہوا مر جائے، کیا پتہ وہ انکار کرتا ہوا مر جائے، یا رشوت لیتے ہوئے مر جائے، یا اور کسی گناہ میں مبتلا ہونے کے حال میں مر جائے۔ یہ بات سمجھنی مشکل نہیں کہ بہتر موت وہی ہے جس سے پہلے توبہ نصیب ہو اور کلمہ حق زبان پر ہو۔ اسی لئے اهدنا الصراط المستقيم جمع کے صیغہ میں ہے تو تمام انسانیت کے لئے یہ اهدنا الصراط المستقيم کی دعا ہے۔ لیکن ہمارے ہر اعضاء کے لئے وہ صراط المستقیم کی دعا بھی ہے کہ جب ہم زبان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں استعمال کریں تو سیدھے راستے کے لئے استعمال کریں نہ کہ غلط راستے کے لئے۔

مسیح موعود کا حوصلہ افزاء آخری الہام:

انسان حق پر قائم ہوتے ہوئے بھی ڈر کی وجہ سے پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ انسان کی فطرت میں ہے کہ وہ ڈرتا ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پھینکا تو وہ سانپ بن کر حرکت میں آیا تو موسیٰ علیہ السلام بھی پیچھے ہٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''مت ڈرو''۔ ڈرنا کوئی بُری بات نہیں ہے، کیونکہ یہ انسان کے لئے اللہ تعالیٰ نے دفاع کا ذریعہ بنایا ہے، لیکن اگر ڈر ایسا ہو کہ ڈر ہی ہو اور کچھ نہ ہو اور دل کو کوئی تسلی ہی نہ ہو کہ اللہ میرے ساتھ ہے۔ تو یہ ایمان کی کمزوری ہے۔ جبکہ خدا کہہ رہا ہو کہ ''تم غم نہ کرو میں تمہارے ساتھ ہوں'' تو پھر ہمیں استقامت کا راستہ اختیار کرنا ہے اس کے لئے ہمیں یقین اور ایمان اپنے دلوں میں بسانا ہے۔ اور ہماری اس میں کتنی بڑی تسلی ہے کہ جب حضرت صاحب نے 26 مئی 1908ء میں وفات پائی تو آپ کو جو آخری الہام ہوا وہ یہ ہوا ''**ڈرو مت مومنو**'' ہمارے لئے شرط یہ رہ گئی ہے کہ ہم مومن کتنے ہیں؟ یہ ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اس ڈر کو اپنے اندر سے نکالیں تاکہ یہ ہمارے لئے طاقت کا ذریعہ بنے۔ جب ہم یقین سے کہیں کہ ہمارے امام وقت کا آخری الہام ہے کہ ''**ڈرو مت مومنو**'' لہذا ہمیں نہیں ڈرنا۔ اور کسی جماعت کا امام اگر فوت ہوتا ہے تو وہ کتنا بڑا دکھ کا دن ہوتا ہوگا اور وہ غم ہر ایک کو ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے تو تلوار کھینچ لی کہ اگر کوئی کہے کہ رسول کریم صلعم وفات پا گئے ہیں۔ تو میں اُس کا سر

قلم کردوں گا۔تو جب مرزا صاحب لاہور میں احمدیہ بلڈنگ میں وفات پاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اٹھا کر قادیان سے لاہور بھیجا کہ تیری روح ادھر ہے جہاں کا جسم ہے وہاں دفن کے لئے جاؤ۔ ورنہ قبر تو کہیں بھی ہو سکتی تھی۔ جسم ان کا جہاں کا تھا واپس اللہ نے ریل پر چڑھا کر بھیج دیا لیکن روح جہاں کی تھی وہاں سے روح اللہ تعالیٰ نے قبض کر لی۔

روح کی تقویت کے لئے

حکیم مولانا نورالدینؒ کا تجویز کردہ نسخہ:

ہم اندازہ لگائیں کہ مسیح موعود فوت ہوئے تو اُن کو ماننے والوں پر کیا غم ہوگا۔ کسی کا باپ یا ماں فوت ہو جاتی ہے تو آنسو نہیں تھمتے تو ایک امام اگر چلا جاتا ہے تو آنسو کیسے تھمتے ہوں گے تو پہلا خطبہ جو مولانا نورالدین صاحب نے حضرت صاحب کی وفات کے بعد دیا اس میں چار چیزیں بتائیں جو ہماری روح کو تقویت دیتی ہیں انہوں نے فرمایا ایک سورۃ الفاتحہ کثرت سے پڑھا کرو، دوسرا درود شریف کثرت سے پڑھا کرو، تیسرا لاحول ولاقوۃ کثرت سے پڑھا کرو، چوتھا استغفار کثرت سے پڑھا کرو۔ یہ ہمارے لئے بہترین نسخہ ہے۔ اور آخر میں ہم کیوں کہیں کہ ہمارے مسیح موعود فوت ہو گئے جب خود اللہ فرماتا ہے کہ ''اور تم نہ کہو جو اللہ کی راہ میں مارا گیا وہ مردہ ہے وہ تو زندہ ہے''۔ تو زندگی کسی شخصیت کی تب تک ہوتی ہے جب تک اس کے ماننے والے ہوں، اس کے مشن کو دل سے آگے لے کر جانے والے ہوں۔ اس کی راہ میں خوف نہ کرنے والے ہوں۔ اس کی تعلیم کو دنیا کے کونوں تک پہنچانے والے ہوں۔ یہ ہمارا فرض بنتا ہے جب تک ان کا کام زندہ رہے تو ہمارا امام زندہ رہے گا۔ اگر اللہ نے چاہا تو ہم اپنے عمل سے آپؑ کو زندہ رکھیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے اور جس جماعت کا نام رسول کریم صلعم کے نام احمدؐ پر رکھا گیا تو آپؐ کے اس اسم مبارک کی خصوصیات کو اپنے اندر عمل سے اپنی زندگیوں کو حصہ بنائیں اور متقیوں کی زندگی گزارتے ہوئے ''آخرین منھم'' کا نمونہ اپنے اندر پیدا کریں۔ اس کی اللہ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بربادیٔ چمن کا، مالک نہ مالی کے پاس ہے جواب

عامر عزیز (امام برلین)

اُجڑا چمن یوں ، بکھر گئے اپنے سارے خواب
بھاگ رہا تھا جس کی خاطر وہ تھا فقط سراب
عندلیب ہے خاموش تو کوئل بھی ہے اُداس
بربادیِ چمن کا ، مالک نہ مالی کے پاس ہے جواب
اس کی جنت میں یہ جہنمی وہ فاسق تو کافر
واعظِ خوش فہم خود ہی بانٹ رہا ہے عذاب وثواب
دھندلائے منظر میں ، نہ معلوم ظالم کون مظلوم کون
حاکم ہے بے ضمیر تو منصف بھی ہے لاجواب
دھکتی دھوپ میں آبلہ پا چلا جانبِ منزل
اب کھو بھی گیا وجود اپنا تو کوئی نہیں ملال
اُجڑی بستیاں، جلے خیمے، بکھرے اعضا مکدّر فضا
عروج بھی تھا کمال تو زوال بھی ہے کمال
اس بربادیِ دل کا کس سے کریں شکوہ عزیزؔ
اپنے تھے شریکِ جرم غیروں سے کیا سوال

☆☆☆☆

عیدقربان میں

رضائے الٰہی کا ایک ایمان افروز سبق، احمدی مردوں، عورتوں اور نوجوانوں کے لئے

اس پُرفتن دوّر میں مقصدِ عیدالاضحیٰ کو پورا کرنے کی اشد ضرورت

عبدالحفیظ (جموں کشمیر)

عیدالاضحیٰ جیسے مبارک تہوار کے عظیم الشان موقع پر ہمیں اس بابرکت اور مقدس تقریب کے لئے اپنے ذہنوں کو تیار رکھنا چاہیے۔ نہ صرف عیدقربان کی اہمیت اور افادیت کے لئے شریعی مساعی خلوص نیت سے کرنی چاہیے بلکہ قربانی کے عظیم فلسفہ کو بھی ذہن نشین کر کے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی بے مثل قربانیوں اور اطاعت خداوندی پر بھی غور وفکر کر کے ان کو اپنی زندگیوں میں ڈھالنے کی پوری پوری کوشش کرنی چاہیے۔ ہماری احمدی مستورات بہنوں کو حضرت ہاجرہ کی خُو بُو پر عمل کرنے کی سعی کرنی چاہیے تا کہ ان کے بطنوں سے اسماعیلؑ جیسے فرزند پیدا ہوں۔

ہماری مستورات کو بھی مردوں کی طرح اپنے اندر قربانی اور خدمت دین کا جذبہ پیدا کرنا چاہیے تا کہ وہ اپنے اندر تقویٰ پیدا کر کے اس سے بلندی اخلاق پیدا کر سکیں۔ اپنے بچوں کے دلوں سے احساس کمتری کو دُور کرنے کے لئے ہمیں چاہیے کہ ہم اسلامی تہذیب کو فروغ دیں اور جماعت احمدیہ کے اجتماعوں میں سلسلہ احمدیہ اور حضرت مسیح موعود کی صداقت پر تقاریر ہونی چاہئیں۔

حضرت مرزا صاحب نے آریوں اور عیسائیوں کے اسلام پر کئے گئے بھونڈے اعتراضات کا دندان شکن جواب دے کر اسلام کا دفاع کیا اور یورپ کے روشن خیال دلوں میں خوب اسلام پھیلایا۔ قرآن مجید کی مختلف زبانوں میں ہوئے ہماری جماعت احمدیہ لاہور کے تراجم کو دنیا میں پھیلا کر اسلام کی روشنی کو پھیلانا ہمارا فرض اولین ہے۔ جس کا عہد ہم نے اُپنے مرشد اور امام سے کیا ہے کہ ''میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا'' اور توحید پر قائم رہوں گا۔

ہمیں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت ہاجرہؓ کی قربانیوں اور ایثار کی قدر افزائی کرنی چاہیے جن کی قربانیوں اور ایثار کی قدر افزائی یہاں تک اللہ تعالیٰ نے فرمائی کہ فرمایا و اتخذ اللّٰہ ابراھیم خلیلاً (النساء:125) اور حکم دیا کہ و اتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰی (البقرہ:125) اور حضرت ہاجرہ نے اپنے بچے اسماعیلؑ کے لئے پانی کی تلاش میں صفا اور مروہ کی پہاڑیوں پر جو سعی کی اس کو بطور سنت حج کا رُکن قرار دیا۔ ہمیں بھی اور ہماری مستورات کو بھی حضرت ہاجرہ کے نقش قدم پر چلنا ہوگا اور اپنے گھروں میں اسلامی اقدار، نماز اور روزہ اور اسلامی فضاء پیدا کرنی چاہیے اور بے ثبات دنیا داری سے دور رہنا چاہیے۔

مستورات کے لئے یہ بھی لازمی ہے کہ مردوں کی طرح گھر کے کام کاج کے علاوہ، دینی امور کی سرانجام دہی میں بھی حصہ لیں۔ مردوں کی طرح عورتوں کو بھی اپنے اندر قربانی اور خدمتِ دین کا ولولہ پیدا کرنا چاہیے اور با ہم مل کر جماعت کو فروغ دینے کی کوشش کرنی چاہیے۔ جماعت کی ذمہ داریاں بہت اہم اور ضروری ہیں اور اس میں ہمیں دعاؤں اور قربانیوں سے اپنی جماعت کی مدد کرنی چاہیے۔ ہماری خواتین کو بلندی اخلاق کی طرف توجہ کرنی چاہیے اور جہاں سے بھی علم کی نعمت حاصل ہو۔ خاموشی سے اسے حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اخلاقی بلندی، تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے اور تقویٰ کے معنی ہیں کسی بلندتر ہستی کا سہارا لینا اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہمارے لئے بہترین سہارے کا

موجب ہوسکتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی قدرت اور طاقت بعض اوقات عبرت انگیز منظر دکھاتی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، ہمیں ہمیشہ ہی خوفِ خدا سے اپنی زندگی گذارنی ہے۔

مشہور واقعہ ایک ولی اللہ بزرگ کا ہے جو بہت بڑے تاجر تھے اور ان کا تجارتی مال بیرونی ممالک میں جاتا اور آتا تھا۔ ایک موقع پر ان کو خبر آئی کہ ان کے مال سے لدا ہوا تجارتی جہاز ڈوب گیا۔ انہوں نے خبر سن کر کچھ سوچا اور کہا کہ الحمد اللہ۔ اس کے بعد پھر خبر آئی کہ جہاز ڈوبا نہیں سمندری طوفان سے بچ کر نکل گیا۔ انہوں نے پھر کچھ سوچا اور فرمایا الحمد اللہ۔ کسی شخص نے اس بزرگ سے کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ آپ نے دونوں مرتبہ الحمد اللہ کہا حالانکہ جب جہاز کے ڈوبنے کی خبر آئی تو آپ کو انا للّٰہ و انا الیہ راجعون کہنا چاہیے تھا۔

بزرگ ولی تاجر نے فرمایا کہ نہ تو جہاز ڈوبنے کا مجھے غم ہوا کہ انا اللہ پڑھتا اور نہ اس جہاز کی سلامتی سے خوشی ہوئی۔ میں نے دونون مرتبہ اپنے دل کو ٹٹولہ تو اس میں غم یا خوشی کے کوئی آثار نہ تھے۔ اس لئے میں نے دونوں مرتبہ الحمد اللہ کہا۔ یہی سوچ اور عمل تقویٰ کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ اور اس کا سہارا ہو تو دنیا کا کوئی حادثہ انسان کے دُکھ کا موجب نہیں ہوسکتا۔ اور رنج و راحت ہر حال میں انسان کو اطمینان قلب میسر آتا ہے۔ اس لئے ہم سب کو تقویٰ سے کام لیتے ہوئے بلندی اخلاق کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ ہماری کمزوریاں دور ہو جائیں اور ہم اپنی قومی مجالس اور قومی کاموں میں بہترین اخلاق کا مظاہرہ کرسکیں اور اپنے احمدی معاشرہ کو سنوار سکیں۔

ہماری نئی پود میں احساس کمتری پایا جاتا ہے اور انہیں یہ وہم ہوگیا ہے کہ اچھے اخلاق اور تہذیب انگریزوں ہی سے حاصل ہوسکتے ہیں۔ اسی لئے گھروں کی گفتگو میں انگریزی الفاظ زیادہ بولے جاتے ہیں بلکہ بعض گھروں میں کوشش کی جاتی ہے کہ اُن کے بچے انگریزی میں ہی گفتگو کریں اور انگریزی تہذیب اور اخلاق و اطوار اختیار کریں۔ یہ صحیح نہیں ہے۔

آج میڈیا یا ذرائع ابلاغ طاقت کا وہ منبع ہے جو کہ آدم کو عروج کی بلند ترین چوٹیوں پر بھی پہنچا سکتا ہے اور تنزل اور پستی کی اتھاہ گہرائیوں میں بھی دھکیل سکتا ہے۔ یہ وہ تیز دھار خنجر ہے جو حق کے لئے استعمال ہوسکتا ہے اور ناحق کے لئے بھی۔ الیکٹرانک میڈیا میں ٹی وی، فلمیں، ریڈیو، سینما گھر، آڈیو، ویڈیو کیسٹس اور اسی نوع کی دوسری اشیاء، ایجادات اور پرنٹ میڈیا میں ہر چھپی ہوئی چیز شامل ہے۔

ہمارے ملک کے معاشرہ میں بھی مغربی ملکوں کی طرح رنگینی بڑھتی جارہی ہے۔ زرق برق ملبوسات، زیورات، ہیر سٹائل، نت نئے فیشن، میک اپ، میچنگ اور اسی طرح کے سینکڑوں طریقے اپنائے جارہے ہیں۔ نوجوان مرد اور عورتوں میں نسوانیت زدہ فیشن اور رجحان بڑھ رہا ہے۔ برہنگی اور بے حیائی دونوں میں عام ہے۔ پوسٹر اور ٹی وی کے ہر سین اور پرچار میں ان گندے نظاروں کی بھرمار ہے۔

سوشل میڈیا بھی اس ضمن میں کم نہیں۔ جس سے تہذیب اور ثقافت کی تباہی ہورہی ہے۔ جس کی وجہ سے افسوس کہ جدید تعلیم اور مغرب کی موجودہ تہذیب نے ایک طرح سے اکثر والدین کو مفلوج بنا دیا ہے اور وہ نئی نسل کو کنٹرول کرنے میں ناکام نظر آرہے ہیں۔

مقام غور ہے کہ مذہب کا ناقص تصور، خوف خدا اور خوف آخرت سے بے بہرہ اور اخلاقیات سے کورے لوگ نئی نسل کو کیا دے سکتے ہیں۔ وہ تو نئی نسل کے آگے ہتھیار ڈال چکے ہیں۔ ملک اور وطن کے ذمہ داران اور شرم و حیاء کے علمبرداروں کے لئے یہ ایک لمحہ فکریہ ہے۔ جس پر خوب غور کرنے کی ضرورت ہے۔ کاش! موجودہ صورت حال کے پیش نظر ہمارے اکابرین اور بزرگان خاموشی کے بجائے جرأت سے کام لیتے اور اس کے سامنے گھٹنے ٹیکنے کے بجائے اس کا مقابلہ کرتے اور ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوجاتے۔ کاش اس کے سدباب کے لئے اخلاقی تعلیم، اور اسلامی تہذیب کے درخشاں پہلوؤں کو دنیا کے سامنے پیش کرتے اور خود اس کا نمونہ بن کر میدان عمل میں کود پڑتے اور میڈیا اور مغربیت پر ایسا چھا جاتے کہ دنیا سے اپنا لوہا منوا کے رہتے۔ یہ ایک

مسلمہ حقیقت ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ دورِ حاضر کے مسائل کا واحد حل مذہب کے پاس ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ ماضی میں ہمارے مذہبی رہنماؤں اور بزرگوں نے اس کے لئے بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں۔ پھر آج ہمارے لئے وجہ خاموشی کیا ہے؟

اگر چہ اس سے انکار نہیں کہ آج کی جدیدیت نے بھی بناؤ سنوار کے کچھ اصول وضع کئے ہیں لیکن وہ بھی اُس وقت تک اُدھورے اور غیر موثر ہیں جب تک کہ اسے مذہبی رہنمائی اور خدائی خوشنودی حاصل نہ ہو اور یہی عید کی تقریب کا بھی مدعا ہے۔

ورنہ ''شاخِ نازک پے جو آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا''

ہمارے اپنے مذہب اسلام میں بہترین اخلاق اور اطوار پائے جاتے ہیں۔ مثلاً آداب مجلس کے سلسلہ میں ہمیں یہ سکھلایا گیا ہے کہ کوئی شخص اگر دیر سے آئے تو بجائے اس کے کہ صفوں کو چیرتا ہوا اور لوگوں کے اوپر سے اس مجلس میں پھاندتا ہوا آگے بیٹھے۔ اس کو چاہیے کہ پیچھے جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے۔ اس قسم کے بیسوں اخلاق و اطوار قرآن کریم اور احادیث میں تلقین کئے گئے ہیں جن کو نہ جاننے کی وجہ سے ہماری نئی پود میں احساس کمتری پیدا ہو رہی ہے اور وہ دوسروں کی نقل اُتارنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس احساس کمتری کو دُور کرنے کے لئے اپنے مذہب اور اپنی تہذیب کو فروغ دینا ضروری ہے کیونکہ اسی پر ہماری سربلندی اور عزت و عظمت کا راز مضمر ہے۔

عورت اور مرد سوسائٹی اور سماج کے دو پہیے ہیں اور دونوں کی ہی تربیت اور تنظیم ضروری ہے۔ اس لئے ہمارا فرض بنتا ہے کہ اپنی بچیوں لڑکوں اور لڑکیوں کی تنظیم اور تعلیم و تربیت صحیح طریق پر کریں اور ان کے دلوں میں دین کی محبت اور احمدیت کی خدمت کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ تا کہ ہمارے بچوں کی دینوی اور اُخروی زندگیاں سدھر سکیں اور وہ یہاں وہاں کامیاب رہیں۔

ہماری مجلسوں میں مسیح موعود کی تعلیمات جو عین اسلام ہیں کو سننا اور سنانا چاہیے۔ اُن کے دعویٰ اور اُن کے اخلاق و اعمال کا ہمیں علم ہونا چاہیے اور جو جو اعتراضات مسیح موعود پر کئے جاتے ہیں ان کے مدلل جوابات کی جانکاری لینی چاہیے جو پہلے ہی سے ہمارے سلسلہ کے لٹریچر میں ناقابل تردید دلائل کے طور پر موجود ہیں تا کہ سکولوں اور کالجوں اور یونیورسٹی اور پروفیشنل کالجز میں ہمارے بچے اور بچیاں اور بڑے مخالفین احمدیت کو خاموش کر سکیں تا کہ ہمارے لوگوں کو نیچے ہو کر شرمندگی نہ اُٹھانی پڑے۔ ہماری تقریبات میں احمدیت (جو عین اور حقیقی اسلام ہے) اور اس سلسلہ کی صداقت پر روشنی ڈالنی چاہیے اور یہ جب ہی ممکن ہو سکتا ہے کہ جب ہم اس احمدی ترانہ کو اپنا ورد بنالیں کہ:

ہمیں یارو فروغِ نورِ ایماں کی ضرورت ہے
ضرورت ہے کہ ہم قرآن کی تفسیر ہو جائیں
مسیح وقت کے ہر خواب کی تعبیر ہو جائیں
سفر ہو یا حضر ہو رنج ہو غم ہو قیامت ہو
ہمارے سامنے ہر حال میں دیں کی اشاعت ہو

کیوں کہ ہم نے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی بیعت کی ہے اور ہمارے امام نے کہا ہے کہ ہمیں بجز خادمِ دین ہونے کے اور کوئی دعویٰ نہیں۔ صرف مادی ترقی اور عیش و آرام کے سامانوں سے ہی انسان کو ذہنی اور قلبی سکون میسر نہیں آ سکتا بلکہ خدا کے کلام قرآن مجید میں دیئے ہوئے دستور العمل پر عمل پیرا ہونے سے انسان کو حقیقی سکون میسر آتا ہے اور یہی غرض اللہ کی کتاب اور انبیاء کے آنے کی ہے۔ مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ ''ہماری جماعت میں شہ زور اور پہلوانوں جیسی طاقت رکھنے والوں کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اصلی بہادر وہ ہے جو تبدیل اخلاق پر طاقت پاوے اور یہی اخلاق تبلیغ کا بہترین ذریعہ ہیں۔ جن کو حضرت مسیح موعود نے جماعت میں پیدا کیا اور دین اسلام پر آریوں اور عیسائیوں کے حملوں اور اعتراضات کا دندان شکن جواب دے کر ان کو موت کی نیند سلا دیا اور دین اسلام کا غلبہ ثابت کر دیا۔

ہم لوگ اکثر طور پر احمدیہ لٹریچر اور احمدیہ تعلیم سے ناواقف ہیں، ہمارے بیشتر حضرات کو یہ بھی علم نہیں کہ ہمارے مشن کہاں دنیا میں تبلیغ اسلام کا مخیّر

العقول کام کر رہے ہیں؟ اس کا اندازہ پیغام صلح، لائٹ اور بشارات احمدیہ وغیرہ کے سالانہ نمبر جو ہر ماہ سال سُر ینام، امریکہ، لندن اور برلین سے چھپتے ہیں کو پڑھ کر ہوتا ہے جہاں انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ اتنی بڑی دنیا میں ہمارے مٹھی بھر لوگ اللہ کی تائید اور مسیح موعود کی دعاؤں سے کتنی جدوجہد کے ساتھ غیر مسلموں اور اہل اسلام کو دین دکھلا رہے ہیں۔

آپ عیدین کی نماز میں نہ اذان اور نہ ہی اقامت کہتے ہیں۔ پہلی رکعت میں عید الفطر اور عید قربان میں ہم 7 تکبریں اور دوسری رکعت میں 5 تکبریں پڑھتے ہوئے اس خالق کائنات کی کبریائی کا بلند آواز سے عید قربان میں اللہ اکبر اللہ سب سے بڑا ہے کہہ کر اقرار کرتے ہیں اور نماز کے بعد خدا کی حمد کا ترانہ گاتے ہیں۔ اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لاالہ الا للہ و اللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد۔ اور پھر خطبہ عید سنایا جاتا ہے۔

آپ نے اکثر عید قربان اور حج سے متعلق امور کو پڑھا اور سنا ہے۔ ان کی تفصیل میں نہ جاتے ہوئے صرف اس قدر کہوں گا کہ اسلام نے قربانی کی رسم کو ایک نئے رنگ میں پیش کیا ہے اور وہ یہ کہ انسان اپنے حیوانی جذبات کو خدا کے حضور قربان کرے۔ ورنہ ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت اور لہو خدا کو نہیں پہنچتے۔ قلب کی وہ کیفیت کہ مومن خدا کے احکام کے سامنے اپنی سفلی خواہشات کو قربان کر دے گا اور اللہ کے احکام کی پیروی میں خواہ کتنی ہی تکالیف اُٹھانی پڑیں۔ وہ خدا کی رضا کے لئے یہ سب مشکلات اور مصائب برداشت کرے گا۔ اور اللہ کے بتائے ہوئے راستہ سے وہ نہیں ہٹے گا۔ یہ وہ کیفیت ہے جو خدا کے ہاں مقبول ہے۔

قربانی کے اس نئے مفہوم سے اسلام نے انسانیت کو بلند کیا ہے اور خدا کا قرب یا نجات حاصل کرنے کے لئے اللہ نے ہمیں یہ اُصول سکھائے ہیں کہ ہر انسان اپنی حیوانی خواہشات کو خدا کے لئے ذبح کرے۔ اسلام انسانیت کو گناہ سے بچانے کے لئے خدا کو زمین پر لا کر اس کے مر جانے اور ذبح ہو جانے کا فلسفہ پیش نہیں کرتا ہے بلکہ اللہ انسانیت کو آسمان پر لے جا کر خدا کے سامنے اپنی خواہشات کو قربان کرنے کی تلقین بھی کرتا ہے۔ تا ہر انسان اپنی اس قربانی سے نجات حاصل کرے۔ اور دنیا اور دین کی بھلائیاں پا کر آگ کے عذاب سے بچ جائے۔

حج کے دوران میں مسلمان مرد یا عورت کا صفا اور مروہ کی پہاڑیوں پر دُوڑنا۔ اس امر کو ذہن نشین کرتا ہے کہ مشکلات کے وقت اور مصائب میں اور ایسی صورت میں جبکہ ظاہری اسباب، کامیابی کے نظر نہ آتے ہوں۔ مسلمان کو اللہ کی مدد پر بھروسہ رکھنا چاہیے اور اس توکل کی حالت میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ جانا چاہیے بلکہ اپنی طرف سے پوری کوشش کرنی چاہیے اور ساتھ ہی خدا کی طرف سے امداد کرنے پر پورا یقین اور پوری اُمید رکھنی چاہیے۔ یعنی اسی طرح جس طرح حضرت ہاجرہؓ نے بچے کو پانی دینے کے لئے اپنی طرف سے پانی کی تلاش کے لئے پوری کوشش کی اور خدا تعالیٰ نے ریگستان میں اُن کے بیٹے اسماعیلؑ کے لئے ایک چشمہ جاری کر دیا جو ظاہر اطوار ممکن نہ تھا لیکن خدا تعالیٰ نے اپنی سنت کن فیکون کے تحت اپنے خلیل اللہ اور ماں اور بیٹے کے لئے ایک اَنہونی بات کو ممکن بنا دیا۔ اور یہی چشمہ آج صدیوں سے رواں دواں ہے جو آبِ زم زم کہلاتا ہے جس کو لاکھوں عازمین حج تبرک کے طور پر پوری دنیا میں اپنی اپنی رہائش گاہوں پر لے جا کر اپنے اقارب میں تبرکاً بانٹتے ہیں۔ اور برکت پاتے ہیں۔

اللہ سے عید الاضحیٰ کے موقع پر بالخصوص ہمیں دُعا گو ہونا چاہیے کہ وہ عید قربان کی مقدس سپرٹ ہمارے دلوں میں جاگزیں کرے اور صحیح معنوں میں ہمیں اس عید کو منانے کی توفیق دے۔

فضل سے اپنے کر تو معاف اے مولا
تیرے سوا نہیں کوئی دوسرا ہمارا
دے رہائی ہمارے غم سے ہمیں
چارہ گر ہے نہ کوئی بجز تیرے!

اُمتِ وُسطیٰ ہونے کے ناطے ہم پر ایک عظیم ذمہ داری عائد ہوتی ہے

قاری ارشد محمود

شروع اللہ کے نام سے جو بے انتہا رحم والا بار بار رحم کرنے والا ہے۔

''تم سب سے اچھی جماعت ہو۔ جو لوگوں کی بھلائی کے لیے ظاہر کی گئی ہو۔ تا کہ تم لوگوں کو اچھے کاموں کا حکم دو اور برے کاموں سے روکو۔ اور تم اللہ پر ایمان لاتے ہو''۔ (سورۃ آل عمران:110)

اس آیت مبارکہ کے اندر مسلمانوں کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی ہی عزت اور منزلت پر فائز ہیں۔ کیونکہ یہ اللہ کے دین کی سر بلندی کے لیے کھڑے ہوئے ہیں۔ اللہ کے دین کو پھیلانے کے لیے کھڑے ہوئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی قیادت میں صحابہ کرام نے بخوبی اس کام کو انجام دیا۔ اللہ کے دین کو دنیا کے اندر پھیلایا۔ اور پھر لوگوں نے دیکھا کے اللہ رب العزت نے اُمت مسلمہ کو کس قدر عزت سے نوازا۔ تکالیف اور مسائل سے گزرتے ہوئے اس دین کو لے کر آگے بڑھے۔ اور ایک بہترین امت بننے کے لیے صحابہ کرامؓ نے بڑی ہی تکالیف کا اور مصائب کا سامنا کیا۔ بیٹھے بٹھائے کبھی بھی عزت نہیں مل جاتی۔ بیٹھے بٹھائے کبھی بھی مقام نہیں مل جاتا۔ ہمیشہ محنت کرنی پڑتی ہے۔ اور جس طرح سے اُمت محمدیہ کا مقام زیادہ ہے۔ اس طرح سے اُمت محمدیہ کی ذمہ داریاں بھی زیادہ ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرامؓ جس طریقے سے اللہ کے دین کے ساتھ وابستہ ہوئے۔ ویسے ویسے ہی ان کی ذمہ داریاں بھی بڑھتی چلی گئی۔ اور یہ چیز ہمیشہ ذہن میں رکھیں۔ جو جتنا زیادہ بڑے مرتبے پر فائز ہوتا ہے۔ اتنی اس کی ذمہ داریاں زیادہ ہوتی ہیں۔ اور جو جتنا زیادہ مقام میں بلند تر ہوتا ہے۔ اتنی اس کو اس کی غلطی پر اس کی سزا زیادہ ہوتی ہے۔ اگر ایک پولیس والا قانون توڑتا ہے تو اس کی سزا زیادہ ہے عام فرد کی نسبت کیونکہ عام فرد کو تو علم نہیں ہے۔ اس سے پوچھا جائے گا کہ تم قانون کے رکھوالے ہو۔ تم سے یہ غلطی سرزد کیوں ہوئی۔ تو اسی طریقے سے جو مسلمان ہے وہ خدا تعالیٰ کا نمائندہ ہے۔ اس کو جاننا چاہیے کہ میں خدا تعالیٰ کی جانب سے ایک ذمہ داری پر کھڑا ہوں اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے میں نے کام کرنا ہے۔ تو میں نے ایک ایک قدم پھونک کر رکھنا ہے۔ سوچ سمجھ کر چلنا ہے میری وجہ سے دین کے اوپر کوئی حرف نہ آ جائے۔ میری کسی بات کی بنا پر میرے دین کے اوپر لوگ اعتراض نہ کریں۔ تو صحابہ کرامؓ نے اسی طریقے سے کام کیا جیسے نبی کریمؐ نے بتایا۔ اور پھر خدا تعالیٰ نے ان کو عزت اور عظمت سے نوازا۔ اور تکالیف و مصائب یہاں تک برداشت کرنی پڑیں کہ کوئی ایسا صحابی نہیں تھا جس کو تکالیف و مصائب کا سامنا نہ کرنا پڑا ہو۔ نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی ابوسلمہؓ تھا۔ ان کا نام عبداللہ تھا اور ان کے بیٹے کا نام سلمہ تھا جس کی بنا پر ان کو ابوسلمہ کہا جاتا تھا۔ اور ان کی بیوی کو ام سلمہ کہا جاتا تھا۔ اور یہ دونوں میاں بیوی مکہ کے اندر مسلمان ہو جاتے ہیں۔ اور یہ پہلے لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے دین حق کو قبول کیا۔ اور پھر ان کی فضیلت، عزت اور عظمت اس لحاظ سے بھی زیادہ ہے کہ انہوں نے دو دفعہ نبی کریم ﷺ کے کہنے پر ہجرت کی۔ پہلی ہجرت انہوں نے حبشہ کی جانب کی اور دوسری ہجرت پھر مدینہ کی جانب کی۔ اور اللہ رب العزت نے ان ہجرت کرنے والوں کی بڑی فضیلت بیان کی ہے اور نبی کریم ﷺ انکی بڑی عزت کیا کرتے تھے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ کے راستے میں دو دفعہ ہجرت کرنی پڑی۔ اور ام سلمہ نے بھی بڑی تکالیف اور مصائب کا سامنا کیا۔ حبشہ سے یہ لوگ واپس آئے کہ مکہ کے اندر کے حالات بہتر ہو گئے ہیں۔ مگر پہنچ کر پتا چلا کے مکہ کے حالات ویسے کے ویسے ہی ہیں۔ اور اب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کی طرف جانے کا حکم آ گیا ہے تو نبی کریم ﷺ کے ساتھی مدینہ کی جانب ہجرت کرنا شروع ہوئے۔ جس وقت یہ مکہ سے نکلنے لگے تو ام سلمہ کے گھر والے آئے۔ اور کہنے لگے یہ ہماری بیٹی ہے ہم نے اس کی تمہارے

ساتھ شادی کی ہے۔اس کا یہ مطلب نہیں کے یہ تکالیف کا سامنا کرتی پھرے۔ تم نے ہجرت کر کے جانا ہے تو جاؤ ہم اپنی بیٹی کو نہیں جانے دیں گے۔اب اس تکلیف کو وہی محسوس کر سکتا ہے جس کے ساتھ جدائی کا معاملہ ہوا ہو۔تو ابو سلمہ اکیلے مکہ سے مدینہ ہجرت کر جاتے ہیں۔اور پھر اُم سلمہ ہر روز مکہ کا وہ راستہ جو مدینہ جاتا ہے وہاں آ کر کھڑی ہو جاتی اور دعا کیا کرتی تھیں کہ یا رب العالمین مجھے بھی جانے کی توفیق دے۔تھوڑے ہی دن گزرے تو ام سلمہ کے پاس ابو سلمہ کے گھر والے آ گئے۔اور کہنے لگے کہ اگر تیرے والدین نے ہمارے بیٹے سے اس کا بیٹا جدا کیا ہے تو تم بھی اس کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتی یہ ہمارا بیٹا ہے۔ ہم اس کو لے کر جائیں گے۔ماں سے بچے کو جدا کر دیا۔وہ بچے کو لے کر چلے گئے اب خاوند مدینہ کے اندر بیوی مکہ کے اندر۔بیٹا ددیال کے پاس۔مطلب تینوں گھر کے افراد کو الگ الگ کر دیا گیا۔اب اس سے بڑی تکلیف اور پریشانی اور کوئی نہیں ہو سکتی۔اور ان ساری تکالیف اور پریشانیوں کو صحابہ کرامؓ خوشی خوشی قبول کرتے چلے جا رہے تھے۔جب آپ نے مقصد بڑا سامنے رکھا ہو پھر آپ تکالیف کو تکالیف نہیں سمجھتے۔کیونکہ آپ کا مشن بڑا ہوتا ہے اور جس کا مشن بڑا ہوتا ہے اس کے لیے مصائب اور رکاوٹیں بھی اتنی ہی زیادہ ہوتی ہیں۔اور ان زیادہ رکاوٹوں سے گزر کر اس نے کامیابی کو پانا ہوتا ہے۔اور جس وقت آپ ان رکاوٹوں کو عبور کر کے کامیابی کو پاتے ہیں۔پھر وہ کامیابی دلی سکون، راحت اور اطمینان کا باعث ہوتی ہے۔مدینہ میں ایک ایسی جمعیت بن رہی تھی جو انسانیت کے لیے کھڑی ہونے والی تھی۔انسانیت کو ہدایت دینے والی تھی۔پھر ایک لمبے عرصہ کے بعد جب یہ خاندان کے تینوں افراد اکٹھے ہوتے ہیں مدینہ کے اندر تو تھوڑے عرصے کے بعد ہی ابو سلمہؓ وفات پا جاتے ہیں۔اور ان کی وفات کے اوپر نبی کریمؐ نے جو دعا کی وہ تاریخی دعا تھی کہ ''یا اللہ میں تیرے بندے سے راضی تھا تو بھی اپنے اس بندے سے راضی ہو جا کے اس بندے نے تیرے دین کے لیے بڑا کام کیا''۔اور اسی طرح کسی بھی دوسرے صحابیِ رسولؐ کی زندگی کو بھی آپ دیکھیں تو بالکل اسی طرح نظر آتی ہے۔انہوں نے اپنی ہر چیز کو اللہ کے دین کے لیے وقف کر دیا تھا۔اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نبی کریمؐ سے کہا کہ اے پیغمبر اپنے صحابہ کرامؓ سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دین کے لیے مخصوص کیا ہے۔اور ان کو وہ جماعت بنایا ہے جو لوگوں کے لیے اچھائی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔پھر ہم دیکھتے ہیں کے امت محمدیہ نے عروج کی انتہا کو پایا۔دنیا کے اندر امت محمدیہ کی حکومت قائم ہوئی۔اور لوگ دین اسلام کے اندر داخل ہونا شروع ہو گئے۔سورۃ النصر نازل ہوتی ہے لوگ جوک در جوک اسلام میں داخل ہوتے ہیں۔مدینہ اسلامی اسٹیٹ بنتا ہے۔اور ہر طرف اسلام کا بول بالا نظر آتا ہے۔اور ایک کامیاب دین نظر آتا ہے۔پھر جب مسلمان اپنی ذاتی کمزوریوں کی وجہ سے دین کی اقدار پر کاربند نہیں رہتے تو اُمت محمدیہ زوال پذیر ہونا شروع ہو جاتی ہے۔اور اب جب ہم موجودہ حالات میں دیکھتے ہیں امت کو تو دل تکلیف سے آنسو بہاتا ہے۔آج امت مسلمہ کہاں چلی گئی جن کو یہ کہا گیا کے تم بھلائی کے لیے نکالے گئے ہو۔تم بہترین امت ہو۔وہ امت آج ذلت اور رسوائی کا شکار ہو کر رہ گئی۔وہ امت اس قدر پستی میں چلی گئی کہ انسان حیران رہ جاتا ہے کہ کہاں اتنا عروج اور کہاں یہ زوال تو دیکھنے والا پریشان ہو جاتا ہے کہ اتنے زوال کا شکار یہ ہوئے کیوں اور پھر یہ اس زوال سے نکل کیوں نہیں پا رہے۔آخر کیا وجہ ہے۔تو اگر آپ غور کریں تو آپ کو اللہ کا قانون قدرت نظر آتا ہے۔یہ خدا تعالیٰ کا قانون ہے کبھی انسان یہ نہ کہے کے خدا تعالیٰ نے ہم پر ظلم کیا ہے۔خدا تعالیٰ کے لیے سارے بندے برابر ہیں۔اب یہ پوری کائنات رب العالمین نے بنائی ہے اور اس کے اندر ہر ایک کو موقع دے دیا محنت کرنے کا۔جو محنت کرے گا وہ آگے نکل جائے گا اور جو محنت نہیں کرے گا وہ پیچھے رہ جائے گا۔

اس کی آسان سی مثال ہے کہ اگر ایک کافر کھیتی کے اندر ہل چلاتا ہے۔اور اس کے اندر بیج ڈالتا ہے اور اس کھیتی کو پانی وقت پر دیتا ہے۔اور اس کے اندر جو جڑی بوٹیاں اگ جاتی ہیں ان کو نکالتا ہے۔اور اس کا خیال رکھتا ہے۔تو کیا اس کی زمین اناج نہیں دے گی۔دے گی اس کی زمین اناج ضرور دے گی۔یقیناً اس کی فصل اچھی ہوگی۔اس کے مدمقابل ایک مسلمان سویا رہتا ہے، اپنی زمین پر جاتا ہی نہیں ہے اور اس کے اندر بیج نہیں ڈالتا ہے اور اس کھیتی کو پانی نہیں دیتا

ہے۔اوراس کے اندر جو جڑی بوٹیاں اگ جاتی ہیں ان کونہیں نکالتا ہے۔اوراس کا خیال نہیں رکھتا ہے۔تو کیا اس کی زمین اناج دے گی۔مسلمان ہونے کے ناطے اس کو اناج مل جائے گا۔کبھی بھی ایسے نہیں ہوگا۔اس کو بھی اتنی ہی محنت کرنی پڑے گی تب یہ اناج کو پائے گا اور قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

''اور اللہ نے فضیلت دی تمہارے بعض کو بعض پر رزق میں''

(النحل:71)

اسی طرح یہ بھی قرآن مجید میں آتا ہے:

''کہ بیشک میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا''

(آل عمران:195)

اب الفاظ پر غور کریں قرآن مجید نے کوئی چیز ایسی چھوڑی نہیں جس کا ذکر نہ کیا ہو۔اور کوئی ایسا مسئلہ نہیں رہنے دیا جس کا حل نہ بتایا ہو۔اور جب امت مسلمہ چاہے اس کو نکال لے کہ ہم کس وجہ سے زوال پذیر ہوئے ہیں اور کس طریقے سے عروج کو پا سکتے ہیں۔تو اللہ فرماتے ہیں کے دیکھ ہم کس طرح بعض کو بعض پر فضیلت دیتے ہیں۔ایک تو جو دنیا کے اندر محنت کرتا ہے اس کو اس کے مطابق فضیلت دیتے ہیں۔اور جو نیکی کا کام کرتا ہے اس کو دنیا کے اندر بھی عزت اور فضیلت دیتے ہیں۔اور آخرت کے انعامات تو اس سے بہت زیادہ ہیں۔اُمت مسلمہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے دو قسم کی نعمتیں رکھیں۔ایک تو یہ کہا کے دنیا کے اندر ہم تمہیں انعامات سے نوازیں گے اور تم پر اپنا فضل رکھیں گے رحم کریں گے اور تمہاری دنیا کی زندگی بہترین ہو جائے گی۔اگر ایمان لاؤ گے اور اس کے ساتھ عمل صالحہ کرو گے۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ کر کے پہلے دکھا دیا۔جب عمل صالحہ کی اس امت نے تو خدا تعالیٰ نے کامیابیوں سے نوازا۔اور اپنے رحم اور فضل کی بارشیں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے اوپر برسائی۔آج اگر امت مسلمہ ذلت کا شکار ہے، پریشانیوں سے دو چار ہے اور دنیا سے الگ تھلگ ہے۔تو اس کی وجہ ہمارے اعمال ہیں۔کہ ہم نے اعمال ہی ایسے کیے ہیں جس کی وجہ سے یہ مشکلات ہیں اُمت مسلمہ زیادہ قصوروار ہے خدا تعالیٰ کے ہاں اور ان کی سزا بھی زیادہ ہونی چاہیے تھی۔جو زیادہ عزت والا ہوتا ہے وہ زیادہ ذمہ دار ہوتا ہے۔اور جو زیادہ ذمہ دار ہوتا ہے اس کی سزا بھی زیادہ ہوتی ہے۔

جو خدا تعالیٰ کا زیادہ مقرب ہوتا ہے۔خدا تعالیٰ اس سے باز پرس بھی زیادہ کرتا ہے۔اب سب سے زیادہ خدا تعالیٰ کے مقربین انبیاءؑ ہیں۔اور آپ دیکھیں کہ اللہ رب العزت قرآن مجید کے اندر بار بار پیغمبروں کو ہدایت کرتے ہیں کہ یہ معاملہ ایسے نہیں اس کو ایسے رکھنا۔اور اگر پیغمبر سے بھی غلطی ہوتی ہے تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کے آپ نے یہ غلط کیا ہے آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔سیدنا نوحؑ اپنے بیٹے کے لیے دعا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے کہا کے اے پیغمبر آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔نبی کریم ﷺ نے عبداللہ بن ابی کے لیے دعا کی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے پیغمبر ہم اس کو معاف نہیں کریں گے۔تو خدا تعالیٰ جب اپنے پیغمبروں کو یہ احساس دلا دیتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے قوانین کے مطابق چلنے پر ہی تمہاری کامیابی ہے۔خدا تعالیٰ کے اصولوں کو اگر پیغمبر بھی چھوڑ دیں تو وہ بھی ترقی نہیں کر سکتے۔

میں بتانا یہ چاہتا ہوں کے جب ہم امت محمد یہ ایک ذمہ داری لے کر کھڑے ہیں۔تو پھر ہم جوابدہ زیادہ ہیں۔کیونکہ ہم نبی کریم ﷺ کو اپنا آخری نبی مانتے ہیں اور ان پر نازل ہونے والی کتاب پر ہم ایمان رکھتے ہیں کے یہ ذریعہ ہدایت ہے یہ کامیابی کا راستہ ہے جب ہم نے یہ کہہ دیا۔اور اس کے بعد ہم عمل نہیں کرتے اور اس کے مطابق اپنے آپ کو نہیں بناتے تو پھر ہم خدا تعالیٰ کے ہاں کفار کی نسبت بہت زیادہ جوابدہ ہیں۔قرآن مجید نے یہ اصول بیان کر دیا۔اس پر غور کیجیے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبرؑ سے کیا فرما رہا ہے۔

تب البتہ ہم تجھے دگنا عذاب زندگی میں اور دگنا عذاب مرنے پر چکھاتے اور پھر تو ہمارے خلاف کوئی مددگار نہ پاتا۔(سورۃ بنی اسرائیل:75)

نبی کریم ﷺ سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر اے پیغمبر آپ کفار کی باتوں کی جانب جھک جاتے تو آپ دگنے عذاب کے مستحق ہوتے۔اور پھر کوئی مددگار نہ پاتے۔اب اس ایک ہی آیت مبارکہ کو سامنے رکھ کر آئینے کی طرح ہم اپنی زندگی کو ٹٹولیں کہ ہم خدا تعالیٰ کی کتنی نافرمانیاں کرتے ہیں۔ہم خدا تعالیٰ کی کتنی حکم عدولی کرتے ہیں۔ہم اپنے پیغمبر کے حکم پر کتنا عمل کرتے ہیں۔ہم کتنا

سیرت کو اپناتے ہیں۔اور پھر کہتے ہیں کے ہمیں کامیابی ہونی چاہیے۔خدا تعالیٰ کی مدد ہمارے ساتھ ہونی چاہیے ہم نے اسلام کو قبول کیا ہے ۔ خدا تعالیٰ ہمارے اسلام کو کیا کرے۔خدا تعالیٰ ہمارے اس سارے کام کو کیا کرے۔جس کے اندر کوئی حقیقت ہے ہی نہیں۔جس کے اندر سوائے بناوٹ، دکھلاوے کے کچھ ہے ہی نہیں۔تو جب خدا تعالیٰ ہمارے پیغمبر سے یہ فرما رہا ہے کہ اگر اے پیغمبر آپ کفار کی باتوں کی جانب جھک جاتے تو آپ دگنے عذاب کے مستحق ہوتے تو تم امت کے افراد کیا حیثیت رکھتے ہو۔تم زیادہ سے زیادہ سزا کے مستحق بنتے ہو جب خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہو۔اور مولانا محمد علیؒ ان آیات کی تفسیر لکھتے ہوئے۔ بڑی خوبصورت بات لکھتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب اللہ کے رسولؐ پر یہ آیت نازل ہوئی۔اللہ تعالیٰ نے یہ کہا کہ اے پیغمبر البتہ ہم تجھے دگنا عذاب زندگی میں اور دگنا عذاب مرنے پر چکھاتے۔ اور پھر تو ہمارے خلاف کوئی مددگار نہ پاتا۔تو نبی کریمؐ دعا فرمانے لگے: ''اے اللہ! مجھے میرے نفس کے سپرد نہ کیجئے گا ایک لمحہ کے لیے بھی کہ میں ایک لمحہ کے لیے بھی اپنی خواہشات کی پیروی نہ کروں''۔اور ہم صبح سے شام تک خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔ اور یہ سوچتے ہیں کے مدد اللہ کی کیوں نہیں آ رہی کیوں نہیں خدا تعالیٰ کے انعامات ہم پر ہو رہے۔پیغمبر فرما رہے ہیں اور پیغمبر بھی وہ جن کی عزت اور عظمت انتہا درجے کی۔جن کو خدا تعالیٰ نے امام الانبیاء بنایا۔تو وہ فرما رہے ہیں: ''اے اللہ مجھے میرے نفس کے سپرد نہ کیجئے گا۔ مجھے اپنے فضل میں رکھنا''۔اور مولوی صاحب آگے لکھتے ہیں کہ جس سے معلوم ہوا کے آپ کس قدر اللہ پر بھروسہ رکھتے تھے۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ قانون اٹل ہے کہ جو عمل کرے گا کامیابی اسی کے لیے اور جو نافرمانی کرے گا اس کے لیے سزا ہے۔ جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ماننے والے ہیں۔پھر ہم پر لازم آ جاتا ہے کہ ہم اپنے آپ کو ان کے مطابق بنائیں۔اور اپنی زندگی کو ویسا بنائیں جو صحابہ کرام کی زندگی تھی۔اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں ورنہ خدا تعالیٰ کا قانون پکا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے صحابہ جنگ اُحد کے لیے نکلتے ہیں۔آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔خدا تعالیٰ نے کہا ہم آپ کو کامیابی دیں گے۔ اور صحابہ کرام کو یہ یقین ہے کے اللہ تعالیٰ ہمیں کامیابی دیں گے۔ اب نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام جنگ میں موجود ہیں۔آپؐ نے کچھ لوگوں کی ڈیوٹی لگائی کہ آپ نے اس درے سے ہٹنا نہیں ہے اس پر کھڑے رہنا ہے۔ہمیں فتح ہو یا شکست ہو۔اب ادھر جنگ مسلمان جیت جاتے ہیں۔ فتح ہو جاتی ہے لوگ مال غنیمت اکٹھا کرنا شروع ہو جاتے ہیں۔ان کو جن کو درے میں کھڑا کیا تھا۔یہ آپس میں کہتے ہیں کہ ہم بھی مال اکٹھا کریں یہ سارے مال غنیمت اکٹھا کر رہے ہیں۔تو عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ ایسا نہ کرو۔ نبی کریمؐ نے منع کیا ہے۔ جب تک حکم نہیں آ جاتا ہم یہ درہ نہیں چھوڑیں گے۔مگر کسی نے نہ سنی، نبی کریمؐ کی نافرمانی کی۔ مال غنیمت اکٹھا کرنا شروع ہو جاتے ہیں۔خالد بن ولید نے سو سواروں کا لشکر لیا اور پیچھے سے حملہ کر دیا۔ نبی کریمؐ موجود ہیں۔ وہاں پر آپؐ کے سر مبارک پر تلوار لگتی ہے جس سے آپؐ زخمی ہو جاتے ہیں۔آپؐ کے دندان مبارک شہید ہو جاتے ہیں۔ستر صحابہ کرام شہید ہو جاتے ہیں۔ بے تحاشہ زخمی ہوتے ہیں۔اب یہ کیوں ایسا ہوا۔ اس وقت بھی لوگ سوچ میں پڑ گئے کہ پیغمبر ساتھ میں موجود ہے۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت کے وعدے ہیں۔ستر صحابہ کرامؓ شہید ہو گئے ہیں۔بے تحاشہ زخمی ہو گئے ہیں۔پیغمبرؐ خود زخمی ہے۔پیغمبرؐ کے دندان مبارک شہید ہو گئے ہیں۔ اتنا بڑا حادثہ ان کے ساتھ گزر گیا پیغمبرؐ کی موجودگی میں اور باوجود فتح کی بشارتوں کے۔تو اللہ تعالیٰ نے پھر قرآن مجید نازل کیا اور کہا کہ یہ تمہارے اعمال کا نتیجہ ہے۔تم نے اللہ کے رسولؐ کی نافرمانی کی۔تمہیں پھر تکالیف اور مصائب کا مزہ چکھنا پڑے گا۔ کیوں کہ تم نے اللہ کے رسولؐ کی نافرمانی کی۔ ایک نافرمانی کی اللہ کے رسولؐ کی تو خدا تعالیٰ نے سبق سکھا دیا جنگ کے میدان کے اندر۔تو اللہ کا مقرب وہ ہی ہے جو اس کے حکم کی پابندی کرتا ہے۔

اللہ رب العزت نے سورۃ تحریم میں فرمایا۔

''اللہ تعالیٰ ان کے لئے جو کافر ہیں، نوحؑ کی عورت اور لوطؑ کی عورت کی مثال بیان کرتا ہے۔وہ ہمارے بندوں میں سے دو صالح بندوں کے ماتحت تھیں، پھر انہوں نے ان کی خیانت کی پس وہ اللہ کے مقابل میں ان دونوں

کے کچھ بھی کام نہ آئے اور کہا گیا کہ تم دونوں آگ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہوجاؤ'' (التحریم:10)

اب دیکھیں کہ کافر عورتیں اور بھی بڑی تھی۔ نافرمان عورتیں اور بھی بڑی تھی۔مگر قرآن مجید کن کا ذکر کرتا ہے۔ایک پیغمبر نوحؑ کی بیوی کا اور ایک پیغمبر لوطؑ کی بیوی کا۔ اور ساتھ یہ کہا۔وہ ہمارے بندوں میں سے دو صالحہ بندو کی ماتحت تھیں۔ پھر انہوں نے ان کی خیانت کی پس وہ اللہ کے مقابل میں ان دونوں کے کچھ بھی کام نہ آئے۔اور کہا گیا کہ ہم دونوں کو آگ میں داخل کرنے والے ہیں۔اب دیکھیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نوحؑ کی بیوی اور لوطؑ کی بیوی دونوں ہمارے صالحہ بندو کی بیویاں تھی۔انہوں نے خیانت کی اور انہوں نے جب خیانت کی تو دونوں پیغمبران کے کچھ بھی کام نہ آئے۔پیغمبران کے لیے کچھ بھی نہ کر سکے۔مداخلت تک نہ کر سکے کہ جب یہ نبیوں کی بیویاں ہیں۔ان کی تو فضیلت زیادہ تھی۔قوم کے لیے کھڑے ہونا تھا انہوں نے۔اور پھر اسی طریقے سے ہم سورۃ الاحزاب ہی میں پڑھتے ہیں کہ نبی کریمﷺ کی ازواج سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔کہ اے پیغمبر کی بیویوں تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو۔تم اُمت کی رہنمائی کے لیے نکالی گئی ہو۔تم امت کے لیے رول ماڈل ہو۔اور پیغمبر کی بیویوں سے کہا کہ تمہارے لیے دگنا اجر ہے۔ایک تمہارے عمل کرنے کی وجہ سے دوسرا لوگوں کے لیے رول ماڈل بننے کی وجہ سے۔اور اگلی بات یہ کہی کہ اگر تم نے نافرمانی کی۔تو تمہیں لوگوں کی نسبت دگنا عذاب دیا جائے گا۔جیسے تمہاری فضیلت زیادہ ہے ویسے تمہارا عذاب دگنا ہے۔تو یہ قرآن مجید کے سارے مقامات ہمیں اس نتیجے پر لے جاتے ہیں کہ جس کی فضیلت زیادہ ہو۔اس کی باز پرس زیادہ ہوتی ہے۔وہ جواب دہ زیادہ ہوتا ہے۔تو جب ہم سمجھتے ہیں کہ لوگوں کی رہنمائی کے لیے اور لوگوں کی بھلائی کے لیے نکالے گئے ہیں۔تو پھر ہمیں اپنے آپ کو پہلے ٹھیک کرنا ہوگا۔کہ ہم خود بھی ٹھیک رہیں۔اور خود بھی غلطی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کریں۔اور اگر ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں گے۔تو پھر ہم زیادہ عذاب کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اُمت محمدیہ اپنے مقصد کو سمجھے اور اپنے عمل سے اُمت وسطہ ہونے کا ثبوت دے۔آمین

عیدالاضحیٰ کے سلسلہ میں احباب جماعت کے نام
جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن لاہور کا مراسلہ

پیغام صلح کے اس رسالہ کی وساطت سے جو عیدالاضحیٰ کے موقع پر آئے گا اپنی جماعت کے تمام ممبران جو پاکستان یا دنیا کے دوسرے ممالک میں آباد ہیں اپنی اور احمدیہ انجمن لاہور کی جانب سے دل کی گہرائیوں کے ساتھ عید مبارک کہتا ہوں۔عیدالاضحیٰ کا موقع حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی عظیم قربانی کی یادگار ہے جس میں ہمارے لئے سبق ہے کہ ہم ہر وقت اللہ تعالیٰ کے احکامات کی فرمانبرداری کے لئے تیار رہیں۔جس طرح حضرت ابراہیمؑ کے اہل وعیال خدا کے لئے قربانیاں دینے اور اوّل المسلم ہونے میں مستعد اور تیار رہتے تھے ہم بھی عیدالاضحیٰ کے مبارک موقع پر اپنے نفسوں کو قربان کریں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا جوا اپنی گردن پر رکھنے کے لئے تیار ہوجائیں۔کیونکہ ہم سب کی زندگی کا مقصد ہی اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمام احباب جماعت کا حامی و ناصر ہو اور یہ عید تمام احباب کے لئے ڈھیروں ڈھیر خوشیوں اور مسرتوں کا باعث ہو۔آمین

والسلام

شکیل ہمایوں

جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن لاہور

رپورٹ سالانہ تربیتی کورس

(7جولائی تا 21جولائی2019ء)

قوموں کی ترقی اور کامیابی کے لئے جن بنیادی اقدامات کی ضرورت ناگزیر ہوتی ہے ان میں سب سے ضروری اور اہم اقدام اگلی نسل کی اعلیٰ بنیادوں پر تعلیم وتربیت کا اہتمام کرنا ہے۔ جو قومیں اپنی آنے والی نسل کی تعلیم وتربیت کو اہمیت نہیں دیتیں وہ دنیا میں اخلاقی، علمی اور عملی طور پر پستی کی جانب جھکتی چلی جاتی ہیں۔ لیکن جو قومیں اپنے نونہالوں کی پرورش اور نشوونما میں تعلیم وتربیت کو خاص وقعت دیتی ہیں۔ انہی میں ایسے اہل خرد، اہل الرّائے اور دانشور پیدا ہوتے ہیں جو ان قوموں کی تقدیر بدل دیتے ہیں۔ وہ قومیں نہ صرف صنعت و حرفت میں کمال کو حاصل کرتی ہیں بلکہ اخلاق و آداب، تہذیب وتمدن اور طرز معاشرت کے بام عروج کو چھو لیتی ہیں۔ اسی قانون فطرت کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب نے 1970ء کی دہائی میں سالانہ تربیتی کورس کی بنیاد رکھی تاکہ اپنے نوخیزوں کی ذہنی بالیدگی اور افزائش کے ساتھ ساتھ اسلام کے پیش کردہ اعلیٰ نظریات سے واقفیت اور احمدیت جو کہ اسلام کی اصل تصویر پیش کرتی ہے اس کی تعلیمات سے اُن کی وابستگی پیدا کی جا سکے۔ حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کی یہ سوچ جماعت احمدیہ لاہور کے لئے نہایت ہی کارگر ثابت ہوئی۔

پہلا تربیتی کورس ایبٹ آباد کے مقام پر منعقد کیا گیا اس وقت اُس کا نام ''احمدیہ سمر سکول'' رکھا گیا۔ پہلے تربیتی کورس میں 15 افراد جماعت نے شرکت کی۔ دوسرے سال جب یہ کورس منعقد کیا گیا تو اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا یعنی 15.15 افراد کے دو گروپ بنا کر اس کورس کا انعقاد کیا گیا۔ پہلے سمر سکول (تربیتی کورس) کے اساتذہ میں ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب، ڈاکٹر اللہ بخش صاحب، مرزا مسعود بیگ صاحب، حافظ شیر محمد خوشابی صاحب، بشیر احمد سوز صاحب شامل تھے۔ بعد میں یہ کورس لاہور میں منتقل ہو گیا اور اب تک جاری و ساری ہے۔

اس سالانہ تربیتی کورس سے بہت سارے احباب جماعت نے فائدہ اٹھایا اور اُٹھا رہے ہیں۔ پہلے پہل یہ کورس نوجوانوں اور بڑی عمر کے افراد کے لئے تھا لیکن بعد ازاں اطفال، شعبان اور بڑی عمر کے سبھی لوگوں کے لئے اس کو مختلف حصول میں تقسیم کر دیا گیا۔ اس پندرہ روزہ کورس میں تمام عمر کے لوگوں کی ذہنی وجسمانی نشوونما کے لئے اصلاحی و اخلاقی تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ عملی مشقوں اور کھیلوں وغیرہ کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہ کورس تین دہائیوں سے انتہائی احسن انداز میں اپنے مقاصد کو پورا کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امسال بھی گذشتہ سالوں کی طرح احمدیہ انجمن لاہور کا سالانہ تربیتی کورس 7 جولائی تا 21 جولائی 2019ء منعقد ہوا۔

اس کورس میں اندرون ملک سے طلباء کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ بعض طلباء کے ساتھ آئے ہوئے والدین اور سرپرستوں نے بھی استفادہ حاصل کیا۔

اس کورس کو بچوں کی صلاحیت، تعلیم اور عمر کو مدنظر رکھتے ہوئے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔

سینئر سکول 15 سال سے زائد۔ مڈل سکول 11 تا 15 سال۔

جونیئر سکول 11 سال تک۔

جونیئر سکول کے مزید دو سیکشن بنائے گئے:

جونیئر سکول A 5 سال تک۔ جونیئر سکول B 5 تا 11 سال

اس سال تربیتی کورس کے انچارج محترم فضل حق صاحب تھے۔ انہوں نے اپنی ٹیم کے ساتھ مل کر اس تربیتی کورس کو کامیاب بنایا۔

اس تربیتی کورس کا آغاز حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی نصائح اور دعاؤں سے ہوا۔

پہلے دن کی افتتاحی تقریب کے بعد محترم ڈاکٹر عبید اللہ سعید صاحب نے **''کامیابی کی ذہنی بنیاد''** کے موضوع پر ایک اثر انگیز ورکشاپ کروائی جو کلاسز کے دیگر دنوں میں بھی جاری رہی۔ طلباء و طالبات نے اس ورکشاپ کو انتہائی مفید پایا۔ ورکشاپ کے ساتھ ساتھ باقاعدہ کلاسز کا آغاز ہوا۔

اس تربیتی کورس کے ذریعے طالب علموں کو جن موضوعات سے روشناس کروایا گیا وہ یہ ہیں:

''حفظ قرآن کے طریق۔ ارکان اسلام۔ قرآن اور اس کی اہمیت۔ روحانی ترقی کے ذرائع۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنا۔ سورۃ فاتحہ کی تفسیر۔ حضرت مسیح موعودؑ کے آنے کے متعلق پیشگوئیاں۔ مجددِ اعظم۔ احمدیت کیا ہے؟۔ بیعت کی اہمیت۔ اعتراضات کے جوابات۔ اختلاف سلسلہ۔ حقوق العباد۔ حفظ و تجوید۔ سورۃ مریم کی تفسیر۔ نفس کی اقسام۔ صاحبزادہ عبداللطیف شہید۔ کامیابی کی ذہنی بنیاد۔''

ادائیگی نماز میں باقاعدگی کا خاص اہتمام کیا گیا اور نماز کے خاص نمبر تحریری امتحان میں شامل کئے گئے۔

نماز فجر کے بعد ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ پڑھنے اور نماز مغرب کے بعد درس قرآن کا سلسلہ جاری رہا۔ جس میں طلبہ و طالبات کی حاضری (شرکت) لازمی ٹھہرائی گئی۔ بچوں اور نوجوانوں کے اعتماد اور ذہنی صلاحیت کو ابھارنے (نکھارنے) کے لئے تقریری اور کوئز مقابلوں کا اہتمام کیا گیا اور ان مقابلوں کے نمبر تحریری امتحان میں شامل کئے گئے۔ ان دونوں مقابلوں میں بچوں اور نوجوانوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

بچوں، بچیوں اور نوجوانوں کی روحانی تربیت کے ساتھ جسمانی تربیت کا بھی خاص اہتمام کیا گیا۔ بچوں اور نوجوانوں کے لئے فٹ بال ٹورنامنٹ کروایا گیا اور بچیوں کے لئے بیڈمنٹن کا انتظام کیا گیا۔ اور چھوٹے بچوں کو مختلف کھیلوں کے ذریعہ جسمانی ورزش میں مصروف رکھا گیا۔

نتائج اس طرح رہے:

فٹ بال (شبان الاحمدیہ)

فٹ بال ٹورنامنٹ میں چار ٹیموں نے حصہ لیا۔

پوزیشن	قیادت
اوّل	نذیر احمد
دوم	مظفر احمد سیال
سوم	ارسلان شکیل

بیڈمنٹن ٹورنامنٹ (بنات الاحمدیہ)

(سینئر گروپ)

پوزیشن	قیادت
اوّل	شگفتہ احسان
دوم	درِ شہوار احمد

(مڈل گروپ)

پوزیشن	قیادت
اوّل	فادیہ رسول
دوم	ماہین احمد

ریس ٹورنامنٹ

(جونیئر گروپ I.II.III.A)

اوّل	ہادیہ رسول۔ درِ عدن۔ عبدالرحمٰن
دوم	علیزہ مرتضیٰ۔ ہائقہ جاوید۔ محمد احمد ارشد

سکپنگ (Skipping) ٹورنامنٹ

(جونیئر گروپ B)

پوزیشن	قیادت
اوّل	نصیبہ عبدالحق

دوم فاریہ بیگ

سوئم مصباح کریم

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود بچوں کی حوصلہ افزائی کے لئے گراؤنڈ میں تشریف لاتے رہے۔

بچوں کی تفریح کے لئے دارالسلام کالونی میں یوتھ ڈے کا انعقاد کیا گیا جس میں رسہ کشی، سپون ریس اور دیگر مختلف کھیلوں کے مقابلے کروائے گئے۔

کورس کے اختتام سے قبل تحریری امتحان لیا گیا۔ سینئر سکول کی طالبہ ''عائشہ تنویر'' نے اوّل پوزیشن حاصل کی جس کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ''صاحبزادہ عبداللطیف شہید شیلڈ'' اور ''ڈاکٹر آصف حمید گولڈ میڈل'' اور دوسری پوزیشن ''محمد علی'' نے حاصل کی جس کو پروفیسر رضیہ مدد علی ''سلور میڈل'' اور انور شہید شیلڈ سالانہ دعائیہ پر دیا جائے گا۔

مڈل سکول میں اّول پوزیشن ''محمد احمد تنویر'' نے حاصل کی جس کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ''حامدہ رحمٰن گولڈ میڈل'' اور ''پروفیسر خلیل الرحمٰن شیلڈ'' سالانہ دعائیہ پر دیں گے۔

مورخہ 21 جولائی 2019ء کو تربیتی کورس کی اختتامی تقریب منعقد ہوئی۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے مقابلہ جات میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ و طالبات کو شیلڈز، کیش پرائز سے نوازا۔

آخر میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے تمام شرکاء کو دعاؤں سے رخصت کیا۔

سالانہ تربیتی کورس 2019ء کے مختلف مقابلہ جات میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء و طالبات کے نام درج ذیل ہیں۔

تقریری مقابلہ

سینئر سکول

اول: دانیال احمد

دوم: مظفر احمد سیال

سوئم: شگفتہ احسان

مڈل سکول

اول: محمد احمد سیال

دوم: محمد احمد تنویر

سوئم: فادیہ رسول

جونیئر سکول۔ B

اول: فاریہ بیگ

دوم: شاہ زیب ارشد

سوئم: طیبہ شہزاد

جونیئر سکول۔ A

اول: سمیحہ ماجد

دوم: دُرِعدن

سوئم: رامین احمد خان

کوئز مقابلہ:

سینئر سکول

اول: مظفر احمد سیال

دوم: محمد علی

سوئم: نذیر احمد

مڈل سکول

اول: محمد احمد تنویر

دوم: احسان احمد

سوئم: عمر حیات

جونیئر سکول۔ B

اول: فاریہ بیگ

دوم: نصیبہ عبدالحق

سوئم: فاطمہ مناہل

جونیئر سکول۔ A

اول: سمیحہ ماجد

دوم: ہائقہ جاوید

سوئم: محمد عمر ثانی

تحریری امتحان

سینئر سکول

اول: عائشہ تنویر

دوم: محمد علی

سوئم: مظفر احمد سیال

مڈل سکول

اول: محمد احمد تنویر

دوم: ماہین احمد

سوئم: عمر حیات

جونیئر سکول۔ B

اول: مہرین احمد۔ مصباح کریم

دوم: شاہزیب احمد

سوئم: فاریہ بیگ

جونیئر سکول۔A

اول: درِعدن۔ ہائقہ جاوید

دوم: سمیحہ ماجد۔ عبدالرحمٰن

سوئم: ہادیہ

☆☆☆☆

بقیہ صفحہ 24

تاریخی دستاویزات کے تحفظ کے شعبہ سے تعلق رکھنے والے ماہرین کی مسجد میں آمد

20 مئی ۔ ہندوستان کے مختلف شہروں سے تاریخی دستاویزات کے تحفظ کے ماہر 35افراد کا ایک گروپ برلین مسجد آیا۔ اس وفد کا پر جوش استقبال کیا گیا۔ اور مسجد کی تاریخی اور تعمیری تفصیلات سے ان کو آگاہ کیا گیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر گرڈین یونکر نے برلین مسجد میں موجود تاریخی دستاویزات کا اجمالی ذکر کیا اور بتایا گیا کہ اب تک ان دستاویزات کے تحفظ کے لئے کیا اقدامات اُٹھائے گئے ہیں ۔ اور مسجد انتظامیہ اور جرمنی کی قومی شعبہ تحفظ دستاویزات میں تعاون بڑھانے کے لئے کیا اقدامات کئے گئے ہیں ۔ اس وفد میں کشمیر، لکھنو اور حیدر آباد سے بھی ماہرین شامل تھے۔ ماہرین کے اس گروپ کو برلین مسجد کی تاریخ اور اس میں موجود تاریخی اہمیت کے مواد کا جان کر حیرانگی ہوئی۔ تحریک احمدیت لاہور اور پاکستان میں ان کی مشکلات کے متعلق مشکلات کا بھی ذکر کیا گیا۔ اس موقع پر مسجد میں موجود دستاویزات کی مختصر نمائش کا بھی اہتمام کیا گیا تھا ماہرین نے ان میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر گرڈین یونکر کی خدمات اور دستاویزات کے متعلق معلومات اور ان کی اہمیت کا بیان انتہائی قابل قدر ہے۔

رومن کھیتولک اکیڈیمی کی طرف سے افطار پارٹی

23 مئی ۔ برلین کی رومن کھیتولک اکیڈمی نے افطار پارٹی کا اہتمام کیا۔ جس میں مختلف سماجی اور مذہبی تنظیموں کے نمائندوں نے شرکت کی ۔ اس تنظیم کے برلین مسجد سے گہرے روابط ہیں۔ امام برلین مسجد نے اس میں شرکت کی۔ یہ پروگرام کافی دلچسپ تھا اور شرکاء اس سے کافی لطف اندوز ہوئے۔ منتظمین نے مہمان نوازی کا پورا حق ادا کیا۔

ایس، پی، ڈی سیاسی پارٹی کی افطار پارٹی

24 مئی ۔ برلین کی سیاسی اور مذہبی ایس، پی، ڈی باہم میل جول کے لئے کافی سرگرم ہے۔ افطار پارٹی کا اہتمام اس سلسلہ میں ایک نہایت خوش آئند قدم ہے۔ اس سے برلین میں موجود لوگوں کو آپس میں ملنے جلنے اور تبادلہ خیال کرنے کا موقع ملتا ہے۔ ایسی مجالس میں ہر شعبہ زندگی کے لوگ خاص تہواروں کے متعلق معلومات حاصل کرتے ہیں اور اجنبیت کا احساس کم ہوتا ہے۔

اخلاص تمام عبادات واعمال کی اساس

قاری فضل الٰہی

اخلاص،خلوص کے معنی صاف ہونے اور ملاوٹ کے زائل ہوجانے کے ہیں ۔اہل علم کے ہاں اخلاص کے کئی ایک اصطلاحی معنی ہیں ۔ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کو اکیلا اور تنہا ماننا اخلاص ہے۔اہل علم نے ایک تعریف یوں کی ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ بندے کے اعمال ظاہری اور باطنی ہرصورت میں برابر اور ایک ہوں اور ان کے نزدیک اعلیٰ درجہ کا اخلاص یہ ہے کہ انسان کا باطن ظاہر سے زیادہ طاقتور ہو۔

حقیقت میں اپنے اعمال کو ہرطرح کی آمیزش سے پاک اور صاف رکھنا اخلاص ہے۔اعمال اخلاص کو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرنے اور اعمال سے قربت الٰہی کے حصول کا نام ہے۔اعمال کی قبولیت کی دو شرائط ناگزیر ہیں۔

پہلی شرط: انسان کے اعمال خالصتاً اللہ کی رضا کے حصول کے لئے ہوں ۔

دوسری شرط:انسان کا عمل سنت نبوی کے عین مطابق ہو۔

ان دو شرائط میں سے کسی ایک شرط کی عدم موجودگی اس عمل کی قبولیت میں مانع ہوگی۔

اخلاص عبادت واعمال حسنہ کی اصل روح ہے۔اخلاص کے بغیر عبادت واعمال بے روح ، بے جان ہیں ۔عبادات و اعمال کا اصل مقصد صرف اور صرف رضائے الٰہی کا حصول ہے۔''(اے نبی) کہہ دیجئے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا (سب) اللہ رب العالمین کے لئے ہیں''(الانعام :162) لیکن افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ آج ہم اپنے معاشرے پر اگر غور کریں تو محسوس ہوتا ہے کہ اخلاص نام کی چیز کا تصور ختم ہو چکا ہے۔اخلاص کی جگہ فساد، ریاکاری، دکھاوا، نمود ونمائش و دیگر دنیاوی اور ذاتی مفادات ومقاصد نے لے لی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الجن میں انسان کی تخلیق کا مقصد عبادت الٰہی کو قرار دیا ہے۔اور سورۃ الملک کی آیت نمبر 2 میں فرمایا ہے کہ موت وحیات کو اس لئے بنایا کہ تمہیں آزمایا جائے کہ تم میں سے اچھے اعمال کون کرتا ہے۔اس آیت میں اچھے اعمال کے لئے احسن کہا گیا ہے کہ سب سے اچھے اعمال یعنی بہتر ہیں بلکہ بہترین اعمال پھر اعمال وعبادات کے طریقہ کو اسوہ حسنہ قرار دیا ہے اور قبولیت کے لئے شرط اخلاص کو ٹھہرایا ہے۔

چنانچہ سورۃ البینہ آیت نمبر 5 میں فرمایا ہے:

''اور انہیں صرف اسی بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے''

سورۃ الزمر کی آیت نمبر 3-2 میں حکم ہے:

''عبادت اخلاص کے ساتھ کی جائے اور عبادت میں اخلاص دین خالص اللہ ہی کا حق ہے''

اخلاص مومن کے عمل کی روح کا سب سے اہم خاصہ ہے۔اخلاص کے بغیر ساری کاوشیں، اعمال، بکھرے ہوئے ذرات کی مانند ہیں۔اخلاص دل کے اہم ترین اعمال میں سے ہے۔قرآن مجید کے بعد امت مسلمہ کے لئے معتبر و رہنما عظیم کتاب صحیح بخاری کی حدیث جو کہ معروف ہے اور صحیح بخاری شریف کا ایک باب بھی اسی نیت واخلاص کے حوالے سے قائم کیا گیا ہے کہ اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے۔اس سے اخلاص کی اہمیت روزروشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ اعمال اور خلوص نیت یعنی کہ اخلاص کس قدر ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں ۔کیونکہ نیت کی حیثیت روح کی اور اعمال کی حیثیت اعضاء جسمانی

کی مانند ہے۔ جب جسم کا رشتہ روح سے ٹوٹتا ہے تو اسے مردہ اور بے جان قرار دیا جاتا ہے چنانچہ دل کے احکام کی معرفت اعضاو جوارح کے احکام کی معرفت سے زیادہ اہم ہے۔ لہٰذا مومن مسلمان کے لئے لازم ہے کہ اس کے اعمال خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لئے ہوں۔ ریا کاری، نمودونمائش اور لوگوں سے مدح و ستائش کی خواہش مطلوب نہ ہو۔ بلکہ رضاء الٰہی ہی مقصود ہو جو کہ ہر مومن کی خواہش ہوتی ہے۔ کہ اسے رضائے الٰہی کا حصول یقینی ہو جائے۔ عبادات اور اخلاص لازم وملزوم ہیں جیسی نیت ہوگی ویسی ہی مراد اور اس کا ماحصل ہوگا۔ نیت کے خلوص سے عبادت کا وہ اہم عنصر ملتا ہے جسے تقویٰ کہا جاتا ہے اور عبادات کا مقصد تقویٰ ہی بتایا گیا ہے۔ تقویٰ سے ہی رضاء الٰہی کا حصول یقینی ہے۔ تقویٰ کے حصول کے لئے نیت اور اعمال میں اخلاص کا ہونا ناگزیر ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقات، سنن، نوافل، فلاحی رفاہی امور، مفاد عامہ ان سب کے لئے قرآن کی آیات مقدسہ میں اللہ تعالیٰ اور احادیث نبویہ میں آنحضرتؐ نے اخلاص اور مسنون طریقہ کو شرط لازم قرار دیا ہے کہ اگر ان میں اخلاص ہے تو یہ سودمند ہوں گے بصورت دیگر یہ ضرر رساں ثابت ہوں گے۔ قبولیت اور عدم قبولیت اعمال کے لئے بھی اخلاص کا پیمانہ متعین کیا گیا ہے۔

نیت عمل کی وہ اساس ہے جس پر عمل کی عمارت تعبیر وتعمیر ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ نیک نیتی اور اخلاص کے سبب اللہ تعالیٰ معمولی عمل کو اور اس کے اجر کو کئی گنا تک بڑھا دیتا ہے۔ دنیاو آخرت کی تمام بھلائیاں اخلاص کے فضائل وثمرات میں سے ہیں۔

اخلاص اعمال کی قبولیت کا عظیم سبب ہے۔ اخلاص کے نتیجے میں بندہ کو اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوتی ہے اور لوگوں کے دلوں میں اس کی مقبولیت تکریم لکھ دی جاتی ہے۔ مخلص کا ہر عمل جس سے اللہ کی خوشنودی مقصود ہو لکھا جاتا ہے خواہ وہ عمل مباح ہی کیوں نہ ہو۔ مخلص اگر سو جائے یا بھول جائے تو معمول کے مطابق وہ جو عمل کرتا تھا اس کے لئے لکھ دیا جاتا ہے۔ مخلص بندہ بیمار ہو جائے یا حالت سفر میں ہو محض اس کے اخلاص کے سبب اس کے لئے وہی عمل لکھ دیا جاتا ہے جو وہ حالت اقامت وصحت میں کیا کرتا تھا۔

اخلاص ہدایت میں اضافے کا باعث، صراط مستقیم پر گامزن رہنے کا ذریعہ ہے، اخلاص آخرت میں عذاب سے نجات اور بلندی درجات کا بہترین ذریعہ ہے۔ لوگوں میں نیک نامی، دنیاو آخرت کی مصیبتوں سے نجات اخلاص کے ثمرات ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دل کا اطمینان، نیک بختی اخلاص کا ہی ثمر ہے۔ دل میں ایمان کی تزئین و آرائش، مخلص لوگوں کی صحبت و ہم نشینی، دعاؤں کی قبولیت، گھروں میں برکت، جنت میں داخلہ، جہنم سے نجات یہ سب اخلاص کے ثمرات ہیں۔ مختصر یہ کہ اخلاص دنیاو آخرت کی کامیابی، رضاء الٰہی کے حصول کے لئے اہم سنگ میل ہے۔

اخلاص کی توضیح کے حوالے سے سورۃ اخلاص میں تمام بیان کر دیا گیا ہے کہ اخلاص کی تکمیل کی حد کیا ہے۔ اس لئے سورۃ اخلاص کا نام سورۃ اخلاص ہے کہ خالص توحید کے بیان کی حد قیامت تک کے لئے روز روشن کی طرح عیاں کر دی گئی ہے جس طرح توحید خالص ہی فائدہ مند اور ثمر آور ہے بعینہ زندگی کے تمام معاملات، امور، عبادات میں اخلاص کا مادہ ہی ثمر آور ہے۔ اخلاص ہے تو عمل کی حیثیت اور فائدہ ہے بصورت دیگر کچھ نہیں۔

بلاشبہ اخلاص نصرت و رحمت الٰہی، رضاء الٰہی، زمین و آسمان والوں کی محبت وسرفرازی کا یقینی سبب ہے۔ درحقیقت یہ ایک نور ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے ودیعت کر دیتا ہے مگر اس میں بندے کی رغبت بھی کارفرما ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاص کی دولت اور اس کے نور سے منور فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆

انگریزی سے ترجمہ: ہما خالد، ایم۔اے

برلین مسجد میں تبلیغی سرگرمیاں

رپورٹ ماہ مئی 2019ء

از: عامر عزیز، ایم اے (امام، برلین مسجد)

کتاب کی تعارفی تقریب

5 مئی۔ برلین مسجد میں ''کتاب کی تعارفی'' تقریب کا ایک اور اجلاس منعقد ہوا۔ اس تقریب کے اب تک کئی اجلاس ہو چکے ہیں۔ جن میں مختلف معروف مصنفین اپنی کتاب کا تعارف پیش کرتے ہیں۔ اور اس کتاب کے بارے میں سامعین کے سوالات کے جوابات دیتے ہیں۔ ان علمی مجالس میں شرکت کے لئے مختلف شعبہ ہائے علم وفن کے لوگ برلین اور کئی دوسرے شہروں سے آتے ہیں۔ اس مرتبہ ایک معروف صحافی جناب رونکے سٹائن کے نے اپنی کتاب کے کچھ حصے پڑھ کر سنائے اور لوگوں کے سوالات کے جواب دیئے۔ امام برلین مسجد عامر عزیز صاحب نے برلین مسجد کی تاریخ اور اس کی سرگرمیوں کا مختصر تعارف کروایا اور اسلام کے اس روشن چہرہ کا خاکہ پیش کیا جو بین المذاہب ہم آہنگی کی بنیاد ہے اور یہ کہ مسجد اسی کے لئے کوشاں ہے۔

امریکہ کی پرڈیو یونیورسٹی کے طلباء کے وفد کی آمد

14 مئی۔ امریکہ کی پرڈیو یونیورسٹی کے طلباء کا ایک وفد برلین مسجد آیا۔ طلباء کے وفد کے ساتھ ان کے پروفیسر بھی تھے۔ تحریک احمدیت کے تعارف اور برلین مسجد کی تاریخ اور سرگرمیوں کا مختصر ذکر کیا گیا اور اس کے بعد مغرب میں اسلام کے متعلق غلط تاثرات پر تفصیل سے سوال و جواب ہوئے۔ طلباء سے گفتگو کا یہ سلسلہ خاصہ دلچسپ رہا۔ ان کے کالج کی لائبریری کے لئے قرآن مجید انگریزی ترجمہ کی ایک کاپی بطور تحفہ پیش کی گئی۔

بچوں کے ایک سکول کے گروپ کی مسجد میں آمد

اسی دن کتا گولڈنیس شوبرخن کے بچوں کے سکول کا ایک گروپ برلین مسجد آیا۔ بچوں کو اسلام کے بنیادی عقائد اور ارکان بتائے گئے اور پھر عملی طور پر نماز پڑھنے کا طریق بتایا گیا اور یہ کہ نماز کے ہر ایک حالت کے ذریعہ اسلام ایک مسلمان میں کیا خصوصیت پیدا کرنا چاہتا ہے اور کس طرح نماز ایک مسلمان کی تربیت کرتی ہے۔

ایک اور سکول کے بچوں کی مسجد میں آمد

15 مئی۔ من ٹیونل سٹریٹ برلین کے بچوں کے سکول کے طلباء برلین مسجد آئے ان کو اسلام کے بنیادی اصولوں کا سادہ الفاظ میں تعارف کروایا گیا اور نماز کی ہر حالت جو ادا کی جاتی ہے اور اس کے ساتھ ادا کئے جانے والے الفاظ کے ترجمہ سے بھی ان کو آگاہ کیا گیا۔ ان کو سکول کی لائبریری کے لئے قرآن مجید کے جرمن ترجمہ کی کاپی تحفۃ پیش کی گئی۔

برلین کے علاقہ تھرجن کے سکول سے بچوں کی مسجد میں آمد

16 مئی۔ اس ماہ میں سکول کے بچوں کے کئی گروپ مسجد آئے۔ ان کو اسلام اور مسجد کے مختلف حصوں کی اہمیت بتائی گئی۔ بعد ازاں انہوں نے انتہائی معصومانہ اور دلچسپ سوالات بھی کئے۔ اس وفد کے سربراہ کو بھی قرآن مجید کے جرمن ترجمہ کی کاپی ان کے سکول کی لائبریری کے لئے پیش کی گئی۔

(بقیہ صفحہ 21)

مسائل عیداضحیٰ

(۱): خدا کی راہ میں جو قربانی ہو وہ جس قدر اعلیٰ درجہ کی ہو اتنی ہی افضل ہے۔ نکمی یا ناقص قربانی قابل قدر نہیں ہوا کرتی۔اس لئے بکرا یا بھیڑ یا دنبہ عمدہ اور تندرست ہونا چاہیے۔کوئی عیب نہ ہو یعنی لُولا لنگڑا، کانا، کان یا سینگ جڑ سے کٹا ہوا نہ ہو۔گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔

(۲): بکرے کی عمر دو سال کی ہونی چاہیے یا اس سے زیادہ۔دونداجس کے دو دانت سامنے کے بڑے ہوتے ہیں موزوں ہوا کرتا ہے۔ بھیڑ یا دنبہ چھ ماہ کا بھی فقہا کے نزدیک جائز ہے۔

(۳): قربانی کا وقت ۱۰ ذی الحجہ یعنی عید کے دن نماز عید و خطبہ کے بعد سے لے کر ۱۲ تاریخ ذی الحجہ عصر کے وقت تک ہے۔ایک کنبہ کی طرف سے ایک بکرا یا بھیڑ کافی ہے۔

(۴): قربانی کے وقت خدا کا نام لینا اور تکبیر کہنا چاہیے۔

(۵): قربانی کا خون اور گوشت خدا کو نہیں پہنچتا۔ بلکہ دلوں کا تقویٰ خدا تک پہنچتا ہے پس قربانی کرتے وقت اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ دراصل وہ خدا کے حکم کے آگے اپنی حیوانیت کو ذبح کر رہا ہے یعنی اپنے تمام جذبات حیوانی کو خدا کی رضا کے آگے وہ قربان کرنے کا اقرار کر رہا ہے۔جب تک یہ تقویٰ مدنظر نہ ہو قربانی کے مقبول ہونے کی صورت نظر نہیں آتی۔

(۶): عید کے دن نہانا، صاف کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، نماز عید پڑھنا، خطبہ سننا مسنون ہے۔عید الفطر میں نماز سے پہلے کھانا سنت ہے لیکن عیداضحیٰ میں نماز کے بعد کھانا سنت ہے۔

(۷): عید کی نماز دو رکعتیں ہیں۔پہلی رکعت میں سات تکبریں ہیں اور دوسری میں پانچ تکبریں کہی جاتی ہیں۔یاد رہے دونوں رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ سے قبل یہ تکبریں کہنی چاہئیں اور تکبیروں کے درمیان ہاتھ کھلے چھوڑنے چاہئیں۔قرأت جہری ہوتی ہے اور نماز کے بعد خطبہ ہوتا ہے جس کے درمیان میں امام بیٹھتا نہیں۔خطبہ سننا نہایت ضروری چیز ہے۔خطبہ کے درمیان میں لوگ ملنا جلنا اور بغل گیر ہونا شروع کر دیتے ہیں یہ جائز نہیں۔

(۸): نماز عید کے لئے ایک راستہ سے جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا مسنون ہے۔نماز کے بعد جماعت کی شکل میں راستوں سے گزرنا اسلام کی شوکت کا موجب ہے۔

(۹): قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کرنا مسنون ہے ایک حصہ خود کھائے اور اس کے اہل وعیال کھائیں۔دوسرا حصہ دوستوں اور رشتہ داروں میں تقسیم کریں، تیسرا حصہ مساکین اور یتامیٰ کو دے۔

(۱۰): عید کے دن باہم ملنا جلنا، کھانا پینا، خوشی کرنا منشائے اسلام ہے۔نماز پڑھ کر گھروں میں گھس کر بیٹھ رہنا یا سو کر دن کاٹ دینا اس گوشہ نشینی کا نام دینداری رکھنا غلط ہے۔

(۱۱): ۹ تاریخ ذی الحجہ کی فجر نماز سے شروع کر کے ۱۲ ذی الحجہ کی عصر کی نماز تک ہر فرض نماز کے بعد بلند آواز سے تکبیرات کہنے کا حکم ہے۔

(۱۲): عید کی خوشی کے موقع پر بہت لوگ کپڑوں کھانوں پر خرچ کرتے ہیں، ایسے موقع پر کچھ اشاعت اسلام کے لئے خرچ کرنا چاہیے۔

(۱۳): قربانی کی کھال خدا کی راہ میں دینی چاہیے۔اشاعت اسلام اس کا بہترین مصرف ہے۔قصاب کو اجرت میں دینا جائز نہیں۔

☆☆☆☆